حضرت مخدوم فقیہ علی مہائمی کی حیات پر

۲۲۱ رسالہ قدیم منظوم تذکرہ

# زینت المجالس

مصنف

## قاضی محمد یوسف سر گھے

(۱۱۸۹ھ۔ ۱۲۸۳ھ ۱۷۷۵ء۔ ۱۸۶۶ء)

تحقیق و ترتیب جدید

## فاروق خان مہائمی مصباحی

تقسیم کار
اسلاف پبلشرز
کلیان، مہاراشٹر

ناشر
اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن
حیدرآباد، دکن

حضرت مخدوم فقیہ علی مہائمی کی حیات پر

۲۲۱ سالہ قدیم منظوم تذکرہ

# زینت المجلس

مصنف

## قاضی محمد یوسف مرگھے

(۱۱۸۹ھ-۱۲۸۳ھ ۱۷۷۵ء-۱۸۶۶ء)

تحقیق وترتیب جدید

## فاروق خاں مہائمی مصباحی

ناشر:

اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن، حیدرآباد دکن

تقسیم کار: اسلاف پبلی شرز، کلیان، مہاراشٹرا

# جملہ حقوق بحق ناشر و مترجم محفوظ ہیں

بفیضِ روحانی شیخ الاسلام والمسلمین، رئیس المحققین، اشرف المرشدین
حضرت علامہ مولانا سید محمد مدنی اشرفی الجیلانی کچھوچھوی

سلسلۂ کتاب بزبان اردو:136 سلسلۂ اشاعت بزبان اردو:64


- ......نام کتاب : زینت المجلس
- ......مصنف : قاضی یوسف مرگھے (ف:۱۸۶۶ء)
- ......تصحیح : حضرت مفتی سید شاکر حسین سیفی مصباحی دام ظلہ
- ......تحقیق وترتیب : مفتی فاروق خاں مہائمی مصباحی
- ......محرک کارواں : عالی جناب عبدالغفار قادری، کلیان، مہاراشٹرا
- ......اہتمام وانتظام : بشارت علی قادری اشرفی، جدہ-حجاز مقدس
- ......تعاون وانصرام : عالی جناب سرفراز احمد قادری، جدہ-حجاز مقدس
- ......کمپوزنگ : فاروق خاں مہائمی مصباحی
- ......سالِ اشاعت : ۱۴۴۳ھ-۲۰۲۲ء
- ......ناشر : **اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن**، حیدرآباد، دکن
- ......تقسیم کار : **اسلاف پبلی شرز**، کلیان، مہاراشٹرا
- ......صفحات : ۱۱۲
- ......ہدیہ :


## ملنے کے پتے


☆......مرتب کتاب-فاروق خاں مہائمی مصباحی- 07860311024

☆......اسلاف پبلی شرز، کلیان، مہاراشٹرا- 09987773757

☆......سُنّی پبلی کیشنز، دریا گنج، دہلی- 09867934085

☆......اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن، حیدرآباد- 09502314649

☆......مکتبہ نورالاسلام، شاہ علی بنڈہ، حیدرآباد- 09966387400

☆......عرشی کتاب گھر، میر عالم منڈی، حیدرآباد- 09440068759

مادرِ علمی

جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ، دار العلوم علی حسن اہلِ سنت، ممبئی

اور میرے جملہ اساتذۂ کرام کے نام

مہائمی

# مشمولات


| | |
|---|---|
| عرضِ ناشر | 7 |
| تقدیم | 9 |
| مرتب کے قلم سے | 16 |
| تذکرہ نگار (قاضی محمد یوسف مرگھے) | 20 |
| صاحب تذکرہ (حضرت مخدوم فقیہ علی مہائمی) | 25 |
| اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا | 34 |
| حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت | 37 |
| اپنے مرشد کامل طریقت کی منقبت | 41 |
| اپنی برآمد حاجات کی مناجات | 43 |
| اس نظم مناقب کا موجب | 46 |
| مناقب کے آغاز کی بیاں طرازی | 48 |
| حضرتِ مخدوم کی ولادت اور آپ کے والدین کا تذکرہ | 52 |
| والدۂ ماجدہ کا ادب واحترام | 57 |
| مری ہوئی بکری زندہ ہوگئی | 62 |
| حضرت خضر علیہ السلام سے علمِ دین حاصل کرنے کا بیان | 67 |
| تصانیف کا بیان | 72 |
| سات برسوں سے غائب شدہ جہاز آنِ واحد میں واپس آ گیا | 84 |
| پل بھر میں مدینہ منورہ جا کر بیر لانے کا واقعہ | 95 |
| حضرت مخدوم کی خدمت کرنے سے خادمہ ولیۂ کاملہ بن گئی | 98 |
| تاریخِ وفات اور خاتمۂ کتاب | 105 |
| مشکل الفاظ کے معانی | 107 |

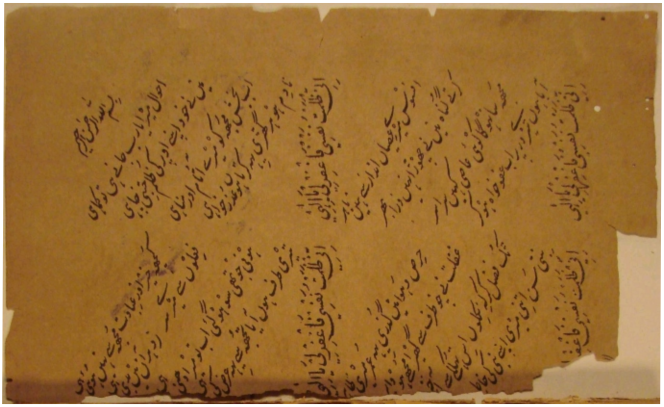

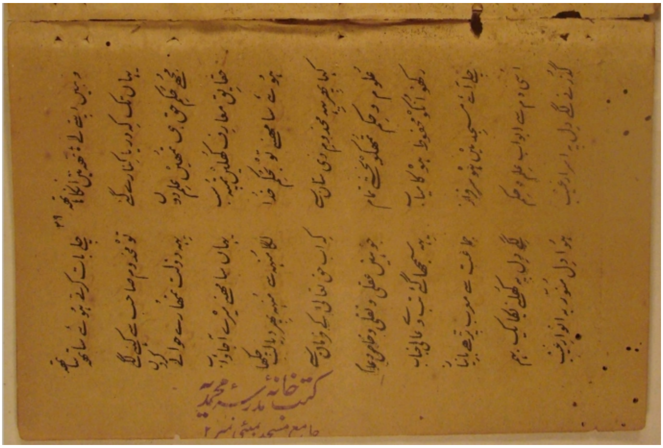

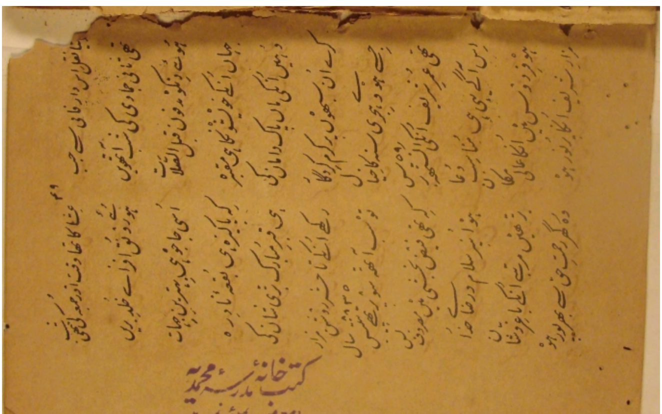

''کتب خانہ محمدیہ، جامع مسجد، بمبئی'' سے حاصل شدہ مخطوطے کے کچھ اوراق

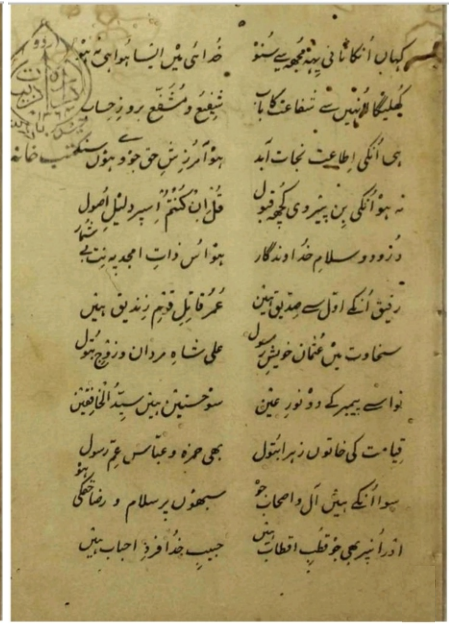

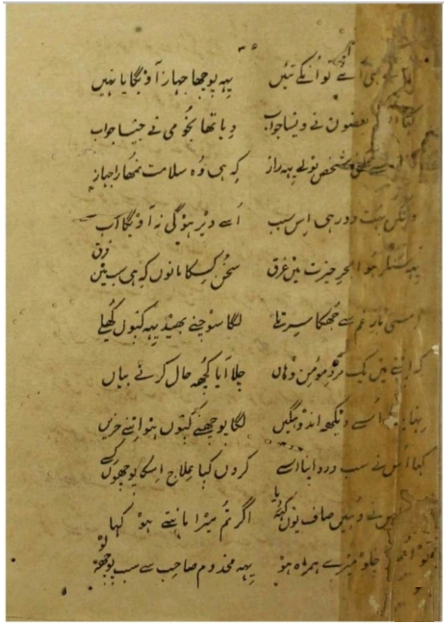

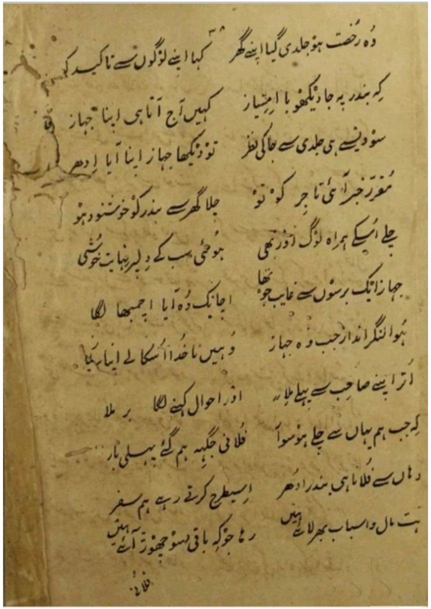

''کتب خانہ: اردو ادارۂ ادبیات، حیدرآباد، دکن'' سے حاصل شدہ مخطوطے کے کچھ اوراق

# عرضِ ناشر

۲۰۱۹ء میں حضرت مخدوم فقیہ علی مہائمی کی دقیق علمی کتاب ''اراءۃ الدقائق فی شرح مرآۃ الحقائق'' کا اردو ترجمہ بنام ''مراتبِ وجود'' اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن، حیدرآباد، سے شائع ہوا، جس نے خوب پذیرائی حاصل کی۔ ۲۰۱۸ء میں میری ملاقات جب مفتی فاروق مہائمی صاحب سے ہوئی تھی، تب وہ اس ترجمے کے شائع کرنے کے لیے تیار نہیں تھے، اس وقت میں نے ان سے ترجمے کی تکمیل کرنے پر زور دیتے ہوئے کہا تھا:

''بزرگوں کا کام ہم نہیں کریں گے تو اور کون کرے گا؟ اور میری نظر میں حضرتِ مخدوم فقیہ علی مہائمی پر آپ ہی بہتر کام کر سکتے ہیں، اس لیے جتنی جلدی ہو سکے یہ کام مکمل کر لیں۔''

میری گزارش پر انھوں نے از سرِ نو پورے ترجمے پر پھر سے کام کیا اور اس طرح ''مراتبِ وجود'' کا وجود ہوا۔

حضرت مخدوم فقیہ علی مہائمی علیہ الرحمہ عظیم علمی شخصیت تھیں، ان پر کئی جہتوں سے کام کیا جا سکتا ہے، اس لیے میں نے ''اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن، حیدرآباد'' کے تحت ''شعبۂ کتبِ مخدوم مہائمی'' قائم کر دیا، ان شاء اللہ تعالیٰ اب سے حضرت پر جو بھی کام ہوگا، اس کی اشاعت کا بیڑا، اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن، حیدرآباد، اٹھائے گی۔

شعبۂ کتبِ مخدوم مہائمی کی ہی ایک کڑی ''زینت المجلس'' بھی ہے، جو اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے، یہ حضرت مخدوم فقیہ علی مہائمی علیہ الرحمہ کی منظوم سوانح ہے۔ حضرت مہائمی صاحب کی کوششوں سے یہ کتاب ۲۲۱ر سال بعد منظر عام پر آ رہی ہے۔ مہائمی صاحب نے اس کی تحقیق و ترتیب کس انداز میں کی ہے، مقدمے میں آپ اس کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔

زینت المجلس کے ساتھ ہی دو اور کتابیں، اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن،

حیدرآباد، سے شائع ہورہی ہیں:

❁ایک ''ضمیر الانسان لازدیاد المشتاقین الی ذکر الرحمٰن'' جوکہ ''رسالہ ضمیرالانسان'' کے نام سے مشہور ہے۔ یہ کتاب حضرت مخدوم فقیہ علی مہائمی علیہ الرحمہ کی حیات پر پہلی مستقل تصنیف ہے، یعنی یہ زینت المجلس سے بھی زیادہ قدیم ہے۔ یہ عربی زبان میں لکھی گئی تھی، مہائمی صاحب نے تحقیق وتحشیہ کے ساتھ ساتھ اس کا آسان اور سلیس ترجمہ بھی کیا ہے، کتاب کی اہمیت کے پیش نظر ہم نے عربی اور اردو دونوں ہی زبان میں اسے شائع کیا ہے۔

❁اور دوسری ''شرح سیدالاستغفار''۔ یہ حضرت مخدوم فقیہ علی مہائمی علیہ الرحمہ کی تصنیف ہے، بخاری شریف میں ایک دعا ہے جسے ''سیدالاستغفار'' کہتے ہیں، حضرت مخدوم مہائمی نے اس دعا کی نہایت اچھوتے انداز میں تشریح فرمائی ہے۔ یہ تحقیقی کام بھی مہائمی صاحب کے حصے میں آیا، آپ نے تحقیق وتحشیہ کے ساتھ ساتھ آسان لب و لہجے میں اس کا ترجمہ بھی کیا ہے۔

تو اس طرح '' اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن، حیدرآباد'' کے '' شعبۂ کتبِ مخدوم مہائمی'' سے حضرت مخدوم فقیہ علی مہائمی سے متعلق چار کتابیں شائع ہوجائیں گی۔

❁ ''اراءۃ الدقائق فی شرح مرآۃ الحقائق'' کا اردو ترجمہ بنام ''مراتبِ وجود''۔

❁ زینت المجلس۔

❁ضمیر الانسان لازدیادالمشتاقین الی ذکر الرحمٰن'' مشہور بہ ''رسالہ ضمیرالانسان''۔

❁ شرح سیدالاستغفار۔

مولا تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہماری پوری ٹیم کو اسی طرح خلوص وللّٰہیت کے ساتھ دینِ متین کی خدمت کرنے کا جذبہ عطا فرمائے۔

بشارت علی صدیقی

# تقدیم

## اشرف الشعراء فی الہند حضرت مفتی **سید شاکر حسین سیفیؔ مصباحی** دام ظلہ

(صدر شعبۂ افتا دار العلوم محبوب سبحانی، کرلا، ممبئی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　　　　نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرتِ سفیان بن عیینہ کا قول ہے:

تنزل الرحمة عند ذكر الصالحين.

یعنی: صالحین کے ذکر کے وقت رحمتِ الٰہی کا نزول ہوتا ہے۔

اب یہ ذکر عام ہے، دل سے ہو یا زبان سے یا قلم سے، جہراً ہو یا سرّاً، نثراً ہو یا نظماً، بہر صورت نزولِ رحمت کا باعث ہے۔

الحمد للہ! اِس وقت تذکرۂ قطبِ کوکن حضرت مخدوم فقیہ علی مہائمی تقریباً ۲۲۱ر سالہ قدیم، منظوم نسخہ ہمارے ہاتھوں میں ہے۔ جسے قاضی محمد یوسف مرگھے نے صنفِ مثنوی میں نظم کیا تھا۔ اصنافِ سخن میں صنفِ مثنوی اس نظمِ مسلسل کو کہتے ہیں جس کے ہر شعر میں دونوں مصرعے ہم قافیہ ہوں اور ہر دوسرے شعر میں قافیہ بدل جائے اور آغاز سے انجام تک ایک ہی بحر میں ہو۔ کبھی کبھی دونوں مصرعے ہم قافیہ ہونے کے ساتھ ساتھ ہم ردیف بھی ہوتے ہیں، مگر یہ ضروری نہیں ہے۔

مثنوی ایک قدیم صنفِ سخن ہے جس کی بنیاد ملکِ فارس میں پڑی۔ عربی زبان میں یہ صنفِ سخن نہیں ہے۔ البتہ فارسی سے اردو زبان میں اس کا داخلہ ہوا، فارسی اور اردو دونوں ہی زبانوں میں اسے خوب فروغ ملا، مقبولیتِ عامہ حاصل ہوئی۔ کیوں کہ یہ ایک وسیع صنفِ سخن ہے، اس میں تاریخی، اخلاقی اور مذہبی، بلکہ ہر طرح کے موضوعات کی بھرپور

گنجائش ہے۔قوافی کی وسعت کی وجہ سے طویل قصے، کہانیاں اور دیگر موضوعات کو بھی اس میں بہ آسانی نظم کیا جا سکتا ہے۔نثر میں جو کام ایک ناول سے لیا جاتا ہے، وہی کام نظم میں مثنوی سے لیا جاتا ہے۔

صوفیاے کرام کی بھی اس صنفِ سخن پر خصوصی نگاہِ کرم رہی ہے، انھوں نے اسے تبلیغ وارشاد، تعلیم و تربیت کا ذریعہ بنایا۔مثلاً فارسی میں مولانا رومی، شیخ سعدی اور مولانا عبدالرحمٰن جامی، اور اردو میں خواجۂ دکن حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز، میراں جی، شمس العشاق اور برہان الدین جانم وغیرہ بزرگانِ دین نے مثنویاں لکھیں۔مولانا رومی کی مثنوی آج شہرۂ آفاق ہے۔

مثنوی عموماً چھوٹی بحروں میں کہی جاتی ہے، اس کے لیے مندرجہ ذیل سات بحریں مقرر کی گئی ہیں، جن کی شعرا پاسداری کرتے ہیں:

(۱) بحرِ سریع مسدس مطوی مکشوف/موقوف
مفتعلن، مفتعلن فاعلن/ فاعلات
جیسے مثنوی نشاطِ امید (حالی) کا یہ شعر:

تو نے نہ چھوڑا کبھی غربت میں ساتھ
تو نے اٹھایا نہ کبھی سر سے ہاتھ

(۲) بحرِ متقارب مثمن محذوف/مقصور
فعولن فعولن فعولن فعل/فعل
اسی بحر میں شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے مثنوی بوستاں لکھی ہے، جس کا پہلا شعر یہ ہے:

بنامِ جہاں دار جاں آفریں
حکیمِ سخن در زباں آفریں

(مثال محذوف)

اگر دعوتم رد کنی در قبول
من و دست و دامانِ آلِ رسول

(مثالِ مقصور)

(۳) بحرِ ہزج مسدس مقصور/محذوف
مفاعیلن مفاعیلن مفاعیل/فعولن
جیسے مثنوی بکٹ کہانی (افضل پانی پتی کے یہ دو اشعار:

راہش منتظر باشم شب وروز
ہر کس گویم ایں افسانہ دل ہنوز

(مثالِ مقصور)

ارے یہ عشق کا پھندا بکٹ ہے
نپٹ مشکل نپٹ مشکل نپٹ ہے

(مثالِ محذوف)

(۴) بحرِ ہزج مسدس اخرب مقبوض محذوف/مقصور
مفعول مفاعلن فعولن/ مفاعیلن
جیسے مثنوی گلزارِ نسیم (پنڈت دیا شنکر نسیم) کے یہ دو اشعار:

آنکھ ایک نے کو دکھائی
منہ پھیر کے ایک مسکرائی

(مثالِ محذوف)

چتون کو ملا کے رہ گئی ایک
ہونٹوں کو ہلا کے رہ گئی ایک

(مثالِ مقصور)

(۵) بحرِ خفیف مسدس مخبون محذوف
فاعلاتن مفاعلن فعلن
جیسے مثنوی زہرِ عشق (مرزا شوق)

سب امیر و فقیر روتے تھے
دیکھ کر راہ گیر روتے تھے

(۶) بحر رمل مسدس مقصور/محذوف
فاعلاتن فاعلاتن فاعلن/ فاعلات
جیسے مثنوی رموز العارفین (میر حسن) کے یہ دو اشعار:

ہے سزاوارِ ثنا وہ کردگار
جس نے کی وحدت سے کثرت آشکار

(مثالِ مقصور)

وہ محمد وارثِ کون و مکاں
جس کی خاطر یہ بنے دونوں جہاں

(مثالِ محذوف)

مثنوی مولانا رومی علیہ الرحمہ اسی بحر میں ہے۔

(۷) بحرِ رمل مسدس مخبون مقطوع
فاعلاتن فعلاتن فعلن
جیسے مثنوی قصۂ غم کا یہ شعر

کیا کریں حمدِ خداوندِ جہاں
ذات بے چوں میں نہیں دخل گماں

''زینت المجلس'' بحر متقارب مثمن محذوف/مقصور میں ہے جس کا وزن ''فعولن فعولن فعولن فعل/فعول'' ہے۔نعت کا پہلا مصرع ہے:

کروں نعت اس گوہرِ پاک کی

| | | | |
|---|---|---|---|
| کروں نع | ت اس گو | ہرِ پا | ک کی |
| فعولن + | فعولن + | فعولن + | فعل |

❁ ایک اچھی اور معیاری مثنوی کے لیے چند باتیں ضروری ہیں:

## اولاً خاص ترتیب:

قدیم مثنوی میں آغازِ نگارش حمد، پھر نعت، پھر مرشد کی منقبت، پھر عموماً بادشاہ کی تعریف یا علم وحکمت اور دانائی کی تعریف، پھر عموماً وجہِ تالیف کا ذکر ہوتا ہے۔اس کے بعد اصل قصہ یا داستان لکھی جاتی ہے۔زینت المجلس میں بھی اس ترتیب کا اہتمام کیا گیا ہے،اس میں بھی مثنوی نگاری کا آغاز حمد سے ہے جس کا پہلا شعر یہ ہے:

کروں نام اللہ کا لے کلام
کہ ہو خیر وخوبی سے جلدی تمام

یہ حمد ۱۹/اشعار پر مشتمل ہے۔

اس کے بعد نعتیہ اشعار کہے ہیں۔مطلع ہے:

کروں نعت اس گوہرِ پاک کی
جسے عز و رفعت ہے لولاک کی

مصرعِ ثانی میں حدیثِ مشہور کی طرف تلمیح ہے۔یہ نعت ۲۱/اشعار پر مشتمل ہے۔
پھر اس کے بعد حسبِ ترتیب مرشد کی منقبت ہے جس کی ابتدا اس شعر سے ہوتی ہے:

کہوں اپنے مرشد کی تعریف اب
کہ پیرِ مکمل ہے مقبولِ رب

یہ منقبت ۹/ اشعار پر مشتمل ہے۔

پھر مناجات کا ذکر ہے اور اسی کے ضمن میں علم وحکمت کی باتوں کا بھی کسی قدر تذکرہ ہو گیا ہے۔ اس کے بعد وجہِ تالیفِ مثنوی کا بیان ہے جو ۱۳/ اشعار پر مشتمل ہے۔ پھر اخیر میں حضرت مخدوم مہائمی کا تذکرۂ جمیل ہے جو اس مثنوی کا اصل موضوع ہے۔ اس طرح زینت المجلس میں حسنِ ترتیب کا بھی بھرپور خیال رکھا گیا ہے۔

## ثانیا سلاست زبان وبیان:

مثنوی ایک وسیع دامن، بیانیہ صنفِ سخن اور توضیحی فن ہے جس میں ایک طویل اور مربوط اشعار کا ذخیرہ وجود میں آتا ہے۔ اس میں غزل کی طرح رموز اور کنایے نہیں ہوتے، بلکہ عموماً ثقیل الفاظ سے بھی پرہیز کیا جاتا ہے۔ اس میں واقعات بیان ہوتے ہیں اس لیے صراحت اور آسان لب و لہجے سے کام لیا جاتا ہے؛ تاکہ اصل واقعہ اچھی طرح دل ودماغ میں میں بیٹھ جائے اور قاری یا سامع کسی مقام پر الجھ کر نہ رہ جائے۔

زینت المجلس میں بھی اس کا خصوصیت کے ساتھ بھرپور خیال رکھا گیا ہے۔ اس قدر آسان اور دل نشیں اسلوب میں واقعات وکرامات کا بیان ہے کہ زبان و بیان کی سلاست اور لب و لہجے کی دل کشی قاری کو شروع سے ہی اپنی گرفت میں لے لیتی ہے۔ علاوہ ازیں واقعات کا روحانی لطف اس پر مستزاد ہے۔

## ثالثا کردار نگاری:

اس کا مطلب کسی شخصیت پر روشنی ڈالنا ہے، اس کی خوبیاں اور خامیاں بیان کرنا ہے۔ یوں بھی اس کی تعریف کی گئی ہے کہ کسی بھی شخصیت کے کچھ پہلوؤں کو اس طرح نمایاں کرنا کہ اس کی خوبیاں یا خامیاں سامنے آجائیں۔ زینت المجلس ایک عظیم الشان ولیِ کامل کے واقعات وکرامات پر مشتمل ہے۔ یہاں کردار نگاری میں صرف خوبیاں ہی خوبیاں ہیں، کسی خامی کے وسوسے تک کی گنجائش نہیں۔ لہٰذا اس تیسری خصوصیت میں بھی یہ مثنوی اپنی

مثال آپ ہے۔ حاصل یہ ہے کہ ایک اعلیٰ معیاری مثنوی میں جو اوصاف وخصوصیات درکار ہیں وہ سب زینت المجلس میں بھی بدرجۂ اتم موجود ہیں۔

یقیناً قابل صد مبارک باد ہیں مفتی محمد فاروق مہائمی صاحب، جنھوں نے بڑی محنت اور لگن کے ساتھ اس کتاب کی تحقیق وترتیب اور حاشیہ آرائی فرمائی۔ قدیم زبان ہونے کی وجہ سے آج کے قارئین پر جو الفاظ مشکل محسوس ہوئے، ان کی تشریح فرمائی اور بعض مقامات پر ضروری اور مفید نوٹ لگائے۔

اُن کے علاوہ اس اشاعت وطباعت میں پیش پیش رہنے والے سبھی حضرات کو بے شمار مبارکبادیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو جزاے خیر عطا فرمائے۔ آمین

سید شاکر حسین سیفی مصباحی

صدر شعبۂ افتا دار العلوم محبوب سبحانی، ممبئی

۱۴؍رجب ۱۴۴۳ھ- ۱۶؍فروری ۲۰۲۲ء

# مرتب کے قلم سے

مولانا محمد یوسف مرگھے صاحب کی بہت دنوں سے خواہش تھی کہ وہ حضرت مخدوم علی مہائمی پر کوئی کتاب لکھیں، پر انھیں کوئی ایسی کتاب نہیں مل رہی تھی، جسے وہ ماخذ بناتے۔ تبھی مولانا سید ابراہیم مدنی کلیانی صاحب نے عربی زبان میں ''ضمیر الانسان'' تصنیف فرمائی، اس طرح مرگھے صاحب کے ہاتھ ایک مستند کتاب لگ گئی، جسے انھوں نے ماخذ بنایا اور ''زینت المجلس'' کے نام سے حضرت مخدوم فقیہ علی مہائمی کی منظوم سوانح رقم فرمائی۔

''زینت المجلس'' سے آپ ۱۲۲۲ھ میں فارغ ہوئے، اس سے یہ بات بھی سمجھ میں آجاتی ہے کہ ۱۴۴۳ھ میں اس کتاب کی عمر ۲۲۱ رسال ہوگئی ہے اور یہ بھی کہ ''ضمیر الانسان'' کی تکمیل ۱۲۲۲ھ میں یا اس سے بھی پہلے ہوئی ہوگی۔

''زینت المجلس'' کو مکمل منظوم ترجمہ نہیں کہا جا سکتا، کیوں کہ آپ نے اس میں بعض مضامین کا اضافہ بھی کیا ہے، مثلاً ''بیر لانے کا واقعہ'' رسالہ ''ضمیر الانسان'' میں مذکور نہیں ہے، اسی طرح حضرت مخدوم علی مہائمی کا ''اویسی المذہب'' ہونا بھی یوسف مرگھے صاحب نے ہی لکھا ہے، اس کے علاوہ اور بھی کئی مضامین اس میں ضمنی طور پر آگئے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے سامنے دوسری معتبر کتابیں بھی رہی ہوں گی۔

## ہم نے جو کام کیا

۞ سب سے پہلے ہم نے ''زینت المجلس'' کے مخطوطے حاصل کرنے کی کوشش کی، الحمدللہ ہمیں اس رسالے کے دو مخطوطے مل گئے۔

ایک مخطوطہ ''کتب خانہ: اردو ادارۂ ادبیات، حیدرآباد، دکن'' میں محفوظ ہے، ہمارے پاس اس کی پی۔ڈی۔ایف فائل ہے۔ ۱۳۶۴ھ میں اس پر ادارے کی مہر لگائی گئی ہے۔ یہ مخطوطہ ۵۲ رصفحات پر مشتمل ہے۔

دوسرا مخطوطہ ہم نے ''کتب خانۂ محمدیہ، جامع مسجد، بمبئی'' سے حاصل کیا، یہ مخطوطہ ۱۷ رصفحات پر مشتمل ہے۔

اس کے شروع میں ایک خمس ہے، مصرع ''انی ظلمت نفسی فاغفرلی یاالٰہی'' پر کل ۹/ بند ہیں۔

اس کے بعد ۶۳/ اشعار پر مشتمل ایک نعت ہے، مصرعِ اول ہے:

''کیوں تو اے دل چپ ہے کچھ کہہ نعت ختم المرسلین''۔

اس کے بعد خلفاے راشدین کی شان میں ۱۲/ بند پر مشتمل ایک مسدس ہے:

یہ چہار ارکان ہیں ایوان دیں کے با صفا
یعنی بو بکر و عمر و عثمان علی مرتضیٰ

اس کے بعد غوثِ اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی شان میں ۱۷/ اشعار پر مشتمل ایک منقبت ہے۔ مطلع ہے:

رموزِ آگاہِ یزدانی ، محی الدین جیلانی
مدار فیض حقانی ، محی الدین جیلانی

اور مقطع ہے:

تجھے یوسف ہے اب کیا غم فضلِ حق ہوا خرم
مدد تجھ کو ہے ہر دم ، محی الدین جیلانی

پھر حضرت مخدوم علی مہائمی کی منظوم سوانح یعنی ''زینت المجلس'' ہے۔

اس کے بعد ۱۷/ بند پر مشتمل فارسی زبان میں ایک مسدس ہے:

فوز و فلاح گر تو ہمی خواہی تا ابد
بر راہِ پیر باش کہ یابی ز حق مدد

بقول یوسف کھٹ کھٹے صاحب اس مخطوطے کے کاتب اُن کے دادا محمد حسین کھٹ کھٹے صاحب ہیں۔

- مشکل الفاظ کے معانی، کتاب کے آخر میں لکھ دیے ہیں۔
- توضیح طلب مقامات پر مناسب وضاحت کردی ہے۔
- قرآنی آیات واحادیث کریمہ کی تخریج کردی ہے۔
- کتاب میں حضرت مخدوم فقیہ علی مہائمی علیہ الرحمہ کی صرف دس کتابوں کا

تذکرہ تھا، ہم نے مختلف کتابوں کی چھان بین کرنے کے بعد مزید ۱۴؍کتابوں کا ذکر مختصر تعارف کے ساتھ کردیا ہے۔

۞ ''زینت المجلس'' چوں کہ ۲۲۱؍سال پرانی کتاب ہے، اس لیے اس میں اردو کے پرانے الفاظ بکثرت تھے، ہم نے انھیں برقرار رکھتے ہوئے، کتاب کے آخر میں ان کی تسہیل وتوضیح کردی ہے۔

۞ کتاب سے پہلے تذکرہ نگار قاضی یوسف مرگھے صاحب اور صاحبِ تذکرہ حضرت مخدوم فقیہ علی مہائمی علیہ الرحمہ کے مختصر احوال وکوائف مستند کتابوں سے اخذ کر کے لکھ دیے گئے ہیں، تا کہ کتاب سے اجنبیت ختم ہوجائے۔

۞ عام طور پر اشعار ٹیبل میں لکھے جاتے ہیں تا کہ مصرعوں کی لائن مساوی رہے، کمی بیشی نہ رہ جائے، لیکن ایسا کرنے میں دقت یہ ہوتی ہے کہ آپ ضروری مقامات پر حاشیہ نہیں لگا سکتے، کیوں کہ ''ان پیج تھری'' ابھی اتنا اپڈیٹ نہیں ہوا ہے کہ ٹیبل کے اندر حاشیہ لگا یا جاسکے۔ اس لیے ہمیں اشعار الگ اور حاشیے الگ لکھنے پڑے، اس کے بعد کورل ڈرا میں دونوں کی یک جا سیٹنگ کرنی پڑی۔ ایسا کرنے میں کن دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا یہ یا تو ہم جانتے ہیں یا مولانا نصر الدین صاحب یا وہ جو کبھی اس راہ سے گزرا ہو۔ چھوٹا سا بھی کریکشن آجاتا، تو پہلے ان پیج میں درست کرنا پڑتا، اس کے بعد کورل ڈرا میں۔

## کلماتِ تشکر

۞ میرے جملہ اساتذۂ کرام اور والدین کریمین (مصطفیٰ خان اشرفی ورضیہ خانم اشرفیہ) حفظہم اللہ تعالیٰ۔

۞ حضرت مفتی سید شاکر حسین سیفی مصباحی دام ظلہ (صدر شعبۂ افتا، دار العلوم محبوبِ سبحانی) نے اپنی بے انتہا مصروفیات کے باوجود اس کتاب کی تصحیح فرمائی، انتہائی مفید مشورے دیے اور ایک جان دار تقدیم بھی رقم فرمائی، جس کی بدولت کتاب کا یہ ایڈیشن مزید مستند ہوگیا۔

۞ استادِ محترم حضرت مولانا نور القمر (ابن رقم) مصباحی دام ظلہ

۞ خلیفۂ حضور تاج الشریعہ حضرت مولانا سید اکرم الحق قادری مصباحی دام ظلہ

مذکورہ سبھی حضرات اتنی حوصلہ افزائی فرماتے ہیں کہ مشکل سے مشکل کام چٹکی میں ہوجاتا ہے۔

۞ اس پورے کام میں ہمارے مشفق استاد حضرت **عبدالغفار قادری** (استاد: باندرہ اردو ہائی اسکول و مالک: اسلاف پبلی شرز، کلیان) نے قدم قدم پر پشت پناہی فرمائی، مختلف لائبریریوں میں ساتھ ساتھ تشریف لے گئے، ہر دوسرے تیسرے دن کام کی تفصیل پوچھتے رہے۔

۞ حضرت مولانا **سعد پٹھان مہائمی ازہری** (خطیب وامام ماہم جامع مسجد) نے اپنی لائبریری ''کتب خانۂ مخدومیہ خلیلیہ'' سے بھرپور استفادے کا موقع دیا۔

۞ حضرت مولانا **نصرالدین سبحانی** (استاد شعبۂ کمپیوٹر دارالعلوم محبوب سبحانی) نے کتاب کی سیٹنگ میں بھرپور مدد فرمائی۔

۞ برادرِ مکرم عالی جناب **بشارت علی صدیقی** حفظہ اللہ تعالیٰ (مالک: اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن، حیدرآباد، دکن) طباعت کی ساری ذمے داری سنبھالتے ہیں، آپ نے ''اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن، حیدرآباد، دکن'' کے تحت ایک شعبہ ''اشاعتِ کتب مخدوم مہائمی'' بھی بنا دیا ہے، اس شعبے سے ان شاء اللہ تعالیٰ مزید علمی و تحقیقی کام ہوتے رہیں گے۔

دعا ہے کہ مذکورہ تمام حضرات کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ میرے جملہ اساتذہ، جملہ شاگرد، میرے بھائی بہن، اہل وعیال، دوست واحباب سبھی کا خاتمہ ایمان پر فرما کر سبھی کو بے حساب وکتاب جنت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے۔

قارئین سوچتے ہوں گے کہ اتنے چھوٹے سے کام پر اتنی بڑی مانگ؟ تو میں انھیں بتاتا چلوں کہ ہمارا رب بڑا فیاض ہے، اس کے یہاں کسی چیز کی کمی ہے ہی نہیں، عجب نہیں کہ اتنے چھوٹے سے کام پر اتنی بڑی جزا دے دے۔ لیجیے میں اپنے تمام قارئین کو بھی اپنی اس دعا میں شامل کرتا ہوں۔ آمین بجاہِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

| | |
|---|---|
| بروز بدھ | فاروق خاں مہائمی مصباحی |
| ۲۳/ جمادی الآخرہ/ ۱۴۴۳ھ | خادم تدریس وافتا دارالعلوم محبوب سبحانی |
| ۲۶/ جنوری/ ۲۰۲۱ھ | ساکن: ماہم ایسٹ |

# تذکرہ نگار
# (قاضی یوسف مرگھے)

قاضی محمد یوسف بن محمد حسین مرگھے صاحب کی ولادت ۱۱۸۹ھ-۱۷۷۵ء میں ہوئی، آپ عالم ہونے کے ساتھ ساتھ اونچے درجے کے شاعر بھی تھے، آپ کی تعلیم وتربیت میں آپ کے بھائی محمد عطاء الدین کا بڑا اہم رول رہا ہے؛ کیوں کہ آپ کے والد کا انتقال آپ کے بچپن میں ہی ہوگیا تھا، اس لیے ساری ذمہ داری آپ کے بھائی صاحب نے اٹھائی اور پڑھا لکھا کر آپ کو قابل عالم فاضل کر دیا۔ ''زین المجالس'' کے خاتمے میں آپ نے اپنے بھائی کی شفقتوں کا ذکر دل کھول کر کیا ہے۔

بھائی کے انتقال کے بعد آپ سرکاری ملازمت کے سلسلے میں سندھ چلے گئے، پھر وہاں سے ۱۲۴۷ھ-۱۸۳۱ھ میں واپسی ہوئی۔

پھر چھ سال بعد ربیع الاول ۱۲۵۳ھ مطابق ۶/جون ۱۸۳۷ء میں بمبئی کے گورنر سر رابرٹ گرانٹ نے آپ کو منصبِ قضا پر فائز کیا، اس وقت آپ کی عمر ۶۴/سال تھی۔

آپ قادری سلسلے میں مرید تھے، خود کو قادری لکھا بھی کرتے تھے۔ ''زینت المجلس''، میں اپنے پیر کی شان میں لکھتے ہے:

مریدان کا یوسف بہ صدق ونیاز — جو پایا بہ فضلِ خدا امتیاز
ہوا قادری جس گھڑی سے مرید — ہے امید اللہ سے ہو سعید

آپ کے پیرومرشد کا نام 'حضرت دلدار شاہ قادری قدس اللہ سرہٗ' ہے 'زین المجالس' کے شروع میں آپ نے ایک عنوان ''پیر کی تعریف میں'' قائم کیا ہے، اس میں ۱۵/اشعار لکھے ہیں، اور اس خوبی سے کہ اگر ہر مصرعے کا پہلا لفظ چنا جائے تو وہی نام بن جائے جو اوپر مذکور ہوا۔

اس کتاب یعنی ''زینت المجلس''میں بھی ''اپنے مرشد، کاملِ طریقت کی منقبت'' کے عنوان سے ایک تعارفی باب باندھا ہے اور مندرجۂ ذیل شعر میں اپنے پیرومرشد کے نام کی صراحت کی ہے:

معارف پنہ ، قطب دنیا و دین   ہے دلدار شہ قادری بالیقین

حضرت مولانا میر عبداللہ دہلوی سے آپ کو شرف تلمذ حاصل تھا۔''زین المجالس'' میں ایک عنوان ''استاد کی تعریف میں'' ہے،جس میں کل ۱۵/اشعار ہیں،اگر ہر مصرعے کے پہلے حرف کو جمع کریں تو یہ نام بنتا ہے:

''حضرت مولوی میر عبداللہ دہلوی دام ظلہ۔''

''زین المجالس کی تکمیل ۱۲۱۵ھ میں ہوئی،اس کا مطلب ہے کہ ۱۲۱۵ھ میں آپ باحیات تھے تبھی تو استاد کے نام کے آگے ''دام ظلہ'' لکھا۔محمد طاہر انتولے صاحب نے اپنی بیاض میں مولانا میر عبداللہ کی تاریخ وفات ''بوصل الغنی'' سے نکالی ہے۔یعنی اُن کا انتقال ۱۲۱۸ھ- ۱۸۰۳ء میں ہوا۔

آپ حافظ قرآن بھی تھے۔بقول یوسف کھٹ کھٹے صاحب آپ نے محض ایک مہینے میں حفظ مکمل کرلیا تھا،اور فنِ قراءت میں بھی زبردست مہارت رکھتے تھے،ساتھ ہی ساتھ انگریزی زبان سے بھی اچھی واقفیت تھی۔

وہ بیک وقت عربی فارسی اور اردو کے اچھے شاعر بھی تھے۔ان کی کتابیں اس بات کی شاہد ہیں۔شاعری میں یوسفؔ تخلص اپناتے تھے۔

۹۴/سال کی عمر میں ۹/محرم الحرام ۱۲۸۳ھ- ۱۸۶۶ء، بروز جمعرات بعد نمازِ عصر آپ اس دنیا سے رخصت ہوئے اور بعد نماز مغرب ناوخدا کی باڑی میں مسجد مقبہ صاحب کے جنوب میں متصلی کی زمین میں مدفون ہوئے۔

خطیب علاء الدین صاحب نے اس آیت سے تاریخ وفات نکالی ہے:

أَلَآ إِنَّ أَوْلِيَآءَ ٱللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝

(سورۂ یونس:۶۲)

سن لو بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم۔

اب آیئے ایک نظر ان کی قلمی خدمات پر بھی ڈال لیں:

## زین المجالس:

کل ۱۱ر مجلسوں میں حضرت غوث اعظم کی شان میں مناقب لکھے گئے ہیں، یہ کتاب آپ نے معین الدین مقری صاحب کے کہنے پر شروع فرمائی تھی، جب پہلی مجلس مکمل ہوگئی تو آپ کے دوستوں نے اسے خوب پسند کیا، پھر آپ کو ترغیب دلائی کہ گیارہویں کی نسبت سے کل گیارہ مجلسیں لکھ دیں، چناں چہ آپ نے ان کے اصرار پر گیارہ مجلسیں لکھ دیں۔ آپ نے اپنے دو دوستوں -قاسم مہری صاحب اور بابو میاں فقیہ- سے اصلاح بھی لی۔

اس میں کل ۹۱۸ ۴ر اشعار ہیں۔

یہ رسالہ حمد و نعت سے شروع ہو کر درود و سلام پر ختم ہوتا ہے۔

ابتدا اس طرح ہے:

جمیع الحمد بالتخصیص للہ — لہ محضا جمیع العز و الجاہ
کہ اس نے باعث اظہار اکوان — کیا ہے اشرف المخلوق انسان
اسی میں سے کیا پیغمبراں کو — رسالت کے فلک کے اختراں کو

خاتمہ ان اشعار پر ہے:

قبولیت پر رکھ کر یہ مناجات — پڑھوں آخر میں بھی پیغمر پر صلوٰت
قلم رکھ مصطفےٰ پر کر کے تسلیم — کیا اب ختم اس نامہ کا ترقیم
پڑھو صلوات یارو! ہو کے خوش حال — کہ ہو گے دو جہاں میں اہل اقبال

اس کتاب کی تکمیل ۱۲۱۵ھ میں ہوئی۔

۱۳۶۶ھ میں مطبع مجگاؤں، بمبئی سے اس کی طباعت ہوئی۔

۱۴۳۳ھ- ۲۰۱۲ء میں مولانا شیدا کمالی صاحب کی تصحیح کے بعد انجمن شریف البرکات، ممبئی اور رضوی کتاب گھر، دہلی کے اشتراک سے شائع ہوئی۔

بقول مولانا شیدا کمالی صاحب:

''اس کتاب کو محبت میں ڈوب کر لکھا گیا ہے۔''

## زینت المجلس:

یہی کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے، اس میں یوسف صاحب نے حضرت مخدوم علی مہائمی علیہ الرحمہ کی مختصر منظوم سوانح لکھی ہے، یہ بھی حمد ونعت سے شروع ہوکر درود وسلام پر ختم ہوتی ہیں۔ جیسا کہ کتاب کے مطالعے سے واضح ہوجائے گا۔

اس کتاب کی تکمیل ۱۲۲۲ھ میں ہوئی۔ تاریخی نام ''جزوی کملاتِ مخدومیہ'' ہے۔

اس میں کل ۵۰۵ر اشعار ہیں۔

## کفایت الاسلام:

یہ بھی ایک منظوم مذہبی رسالہ ہے، اسے دو مقاصد کے پیش نظر لکھا گیا تھا۔ مقصدِ اوّل میں عقائد کا بیان ہے اور مقصد ثانی میں فقہِ شافعی کے مطابق عبادات کے احکام لکھے گئے ہیں۔

یہ رسالہ آپ نے اپنے دو دوست -محمد علی روگھے اور محمد ابراہیم مقبہ- کی فرمائش پر تحریر فرمایا تھا، یہ رسالہ بھی آپ کی عادت کے مطابق حمد ونعت سے شروع ہوکر درود وسلام پر ختم ہوتا ہے۔

ابتدا اس انداز میں فرمائی ہے:

حمد اسی کو ہے لائق و شایاں — جس نے ہم کو عطا کیا ایماں
دی ہمیں عقل ، زندگی اور دیں — تا کہ توحید پر رہیں بہ یقیں
علم و عرفاں سے کر ہمیں نامی — دور کی ہم سے جو تھی ناکامی

ختم اس طرح فرمایا:

بہ طفیل نبی و آل نبی — کر یہ میری دعا قبول سبھی
ختم کی اس قبول پر یہ بات — مصطفیٰ پر تحیت و صلوٰۃ
ہیں جو ختم رسل رسول انام — آل و اصحاب پر بھی ان کے تمام

اس کی تکمیل ۱۲ر ربیع الاول ۱۲۵۰ھ- ۱۸۳۴ء ہوئی۔

اس رسالے کی طباعت محمد یوسف بن احمد حسین کھٹ کھٹے کے مطبع سے ۱۲۶۰ھ-۱۸۴۴ء میں ہو چکی ہے۔

## رمضان کی نمازِ وتر کا رسالہ:

یہ رسالہ اس بیان میں ہے کہ رمضان کے مہینے میں حنفی وشافعی حضرات ایک ساتھ ایک جماعت سے وتر کی نماز کس طرح ادا کریں۔ کتاب کے مطالعے سے **معلوم** پڑتا ہے کہ اگر امام، **شافعی المسلک** ہو اور وہ **طریقۂ وصل** سے وتر کی نماز پڑھائے **تو بغیر** سجدۂ سہو کے حنفی حضرات کی نماز ہو جائے گی۔ اور اگر امام **حنفی المسلک** ہے، تو **شافعی** حضرات سجدۂ سہو کر کے نماز مکمل کر سکتے ہیں۔

یہ کتاب ۱۵/شعبان المعظم ۱۲۶۳ھ میں **مطبعِ محمدی** سے شائع ہوئی تھی، اس کا ایک نسخہ راقم کے پاس موجود ہے۔(۱)

مہائمی

۱۵/رجب ۱۴۴۳ھ - ۱۷/فروری ۲۰۲۲ء

---

(۱) ماخوذ از: کتب خانۂ جامع مسجد بمبئی کے اردو مخطوطات،
بمبئی میں اردو،
بیاضِ مولانا یوسف کھٹ کھٹے،
زین المجالس۔

# صاحبِ تذکرہ
# حضرت مخدوم فقیہ علی مہائمی

## ولادت

آپ کی ولادت مہاراشٹر کے مشہور شہر کلیان میں ۱۰ رمحرم الحرام ۷۷۶ھ مطابق ۱۳۷۲ء کو خاندان نوائت کے ایک معزز گھرانے میں ہوئی۔(۱)

اکثر تذکرہ نگاروں نے آپ کی جاے ولادت ''مہائم'' لکھی ہے۔لیکن تحقیق یہ ہے کہ مہائم آپ کا ننہال تھا،آپ کی ولادت کلیان میں ہوئی تھی اور کلیان ہی آپ کا آبائی وطن تھا،والد محترم کی وفات کے بعد والدۂ ماجدہ آپ کو لے کر اپنے میکے ''مہائم'' میں مقیم ہو گئی تھیں۔(۲)

آج جہاں ماہم پولس اسٹیشن ہے، وہیں آپ کی رہائش گاہ تھی اور جہاں آپ کا مزار ہے وہ جگہ آپ کے مقربین کا قبرستان تھا۔(۳)

## نام ونسب

آپ کا نام علی ہے،کنیت ابوالحسن اور لقب زین الدین وعلاء الدین ہے۔علم فقہ میں مہارت رکھنے کی وجہ سے ''فقیہ'' اور والدۂ ماجدہ کی خدمتوں کے صلہ میں ''مخدوم'' کا خطاب ملا،شہر مہائم میں سکونت و مدفون ہونے ک وجہ سے ''مہائمی'' آپ کے نام کا جز ہوا، اس طرح آپ '' حضرت مخدوم فقیہ علی مہائمی'' کے نام سے عرب وعجم میں مشہور ہوئے۔

آپ کے والد حضرت مولانا شاہ احمد کلیانی بڑے متبحر عالم اور ولی کامل تھے۔

والدۂ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت ناخدا حسین نکولیا بھی ولیۂ کاملہ اور مستجاب الدعوات

---

(۱) تاریخ کوکن ص: ۳۱۲،از: ڈاکٹر مومن محی الدین،مطبوعہ:نقش کوکن پبلیکیشن ٹرسٹ،ممبئ ۹
وسبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان،ص:۹۰،از: غلام آزاد بلگرامی،مطبوعہ معہد الدراسات الاسلامیہ،جامعہ علی گڑھ
(۲) تاریخ کوکن ص:۳۱۲-۳۱۳
(۳) قطب کوکن حضرت شیخ مخدوم فقیہ علی مہائمی،ص:۲۸،از محمد عبداللہ پرو مخدومی قیصری،مطبوعہ بھونیش آرٹ ملاڈ ممبئی۔۹۷

تھیں۔اور نانا، ناخدا حسین ایک بڑے تاجر تھے۔(۱)

نسب نامہ کچھ اس طرح ہے:

علی بن احمد بن حسن بن ابراہیم بن اسماعیل بن محمد بن احمد۔

آپ کے نسب کے متعلق متعدد اقوال ہیں، ہم نے نہایت تحقیق کے بعد مذکورہ قول کا انتخاب کیا ہے، ہماری تحقیق آپ اسی کتاب کے حاشیے میں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

آپ عربی النسل تھے، آپ کا تعلق خاندانِ نوائت کے قبیلۂ پرو کے معزز گھرانے سے تھا۔(۲) ۲۵۲ھ/ ۸۶۰ء کے آس پاس آپ کے آبا و اجداد مہائم آئے تھے اور اس کے تقریباً پانچ سو سال بعد حضرت مخدوم فقیہ علی مہائمی پیدا ہوئے۔(۳)

# تعلیم و تربیت

ابتدائی تعلیم والد ماجد حضرت مولانا شاہ احمد کلیانی علیہ الرحمہ سے حاصل کی، چوں کہ آپ فطری طور پر ذہین تھے، اس لیے چھوٹی سی عمر ہی میں والد ماجد نے اعلیٰ تعلیم کا درس دینا بھی شروع کر دیا تھا، آپ نو سال کے تھے جب آپ کے والد ماجد کا انتقال ہوا تھا (۴)، مگر اس وقت تک آپ مروجہ علوم سے آراستہ ہو چکے تھے۔(۵)

والد کے انتقال کے بعد آپ کی پرورش کی ساری ذمے داری والدۂ ماجدہ کے سر آ گئی جو آپ نے بحسن و خوبی نبھائی۔لیکن تعلیمی سلسلہ منقطع ہو جانے کی وجہ آپ بے قرار رہنے لگے اور اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کا جذبہ بڑھتا ہی گیا، ایک روز آپ نے اپنی والدہ سے تحصیل علم کی خاطر بیرون ہند سفر کرنے کی اجازت مانگی۔چوں کہ والدۂ محترمہ کے لیے آپ کی جدائی نا قابل برداشت تھی؛ اس لیے کچھ دیر تأمل کرنے کے بعد فرمایا:

---

(۱) مجلۃ البعث الاسلامی، ربیع الثانی: ۱۴۱۸ھ-اگست و ستمبر: ۱۹۹۷ء لکھنؤ

(۲) سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان ص: ۹۰

(۳) بمبئی گزیٹر، ج: ۳، ص: ۳۰۱

(۴) مولانا شاہ احمد کلیانی کا انتقال ۲۵/ جمادی الآخرہ ۷۸۵ھ میں ہوا، کلیان ریلوے اسٹیشن سے دیڑھ کلومیٹر دوری پر ''غفور ڈان چوک'' کے پاس حضرت شیخ نظام الدین خاموش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار کے داہنی جانب مدفون ہوئے۔ ۱۳۱۳ھ میں مقبرے کی تعمیر عمل میں آئی۔

(۵) تاریخ النوائط، ص: ۳۵۴، از: نواب عزیز یار جنگ بہادر، مطبوعہ: حیدر آباد ۱۳۲۲ھ

”اللہ تعالیٰ مسبب الاسباب ہے، یہیں کوئی سبب پیدا کر دے گا جس سے تمھاری یہ آرزو پوری ہو جائے گی۔“

ماں کی بات مانی تھی سبب کیسے نہ پیدا ہوتا؟ اللہ تعالیٰ نے وہیں حضرت خضر علیہ السلام کو بھیج کر آپ کی تعلیم کا انتظام فرما دیا۔(۱) حضرت خضر علیہ السلام سے علم لدنی حاصل کر لینے کے بعد آپ کا علمی جاہ وجلال اپنے اقران سے بہت بلند ہو گیا اور آپ کا شمار اپنے وقت کے جید علما میں ہونے لگا۔

## عادت واطوار

حضرتِ مخدوم بچپن ہی سے بڑے اخلاق مند اور صوفیانہ مزاج کے حامل تھے، اپنے بزرگوں کا غایت درجہ ادب واحترام کیا کرتے تھے، اسی لیے آپ کے بڑے بوڑھے بھی آپ کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ عشا کی نماز ہو چکی تھی، آپ کی والدہ نے آپ سے ایک گلاس پانی مانگا، آپ پانی لینے چلے گئے، لوٹے تو دیکھا کہ والدہ کی آنکھ لگ گئی ہے۔ اس چھوٹی سی عمر میں آپ کے ذہن میں یہ بات آئی کہ اگر امّی کو بیدار کرتا ہوں تو ان کی نیند میں خلل واقع ہوگا اور ایسا کرنے سے امی کی شان میں بے ادبی ہو جائے گی۔ اس لیے والدہ کو جگایا نہیں اور ساری رات پانی کا گلاس لیے کھڑے رہے کہ کہیں بیچ رات امّی کی آنکھ کھل گئی تو پانی نہ ملنے پر پریشان نہ ہوں۔

صبح سحری کے وقت والدہ کی آنکھ کھلی تو حضرت مخدوم کو اپنے پاس دیکھ کر اچنبا ہوا کہ یہ ابھی تک کیوں کھڑا ہے، پوچھا کہ بیٹا پانی لے کر کب سے کھڑے ہو؟ آپ نے عرض کیا: امّی جان! سونے سے پہلے آپ نے پانی طلب فرمایا تھا، اسی وقت سے کھڑا ہوں اور آپ کے بیدار ہونے کا انتظار کر رہا ہوں، تا کہ آپ کی خدمت میں پانی پیش کر سکوں۔

جب والدہ صاحبہ نے یہ سنا تو بہت خوش ہوئیں کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں ایک فرماں بردار لڑکا عطا کیا ہے۔ مارے خوشی کے فوراً بستر سے اٹھیں، وضو کر کے دوگانہ ادا کیا اور اپنے رب سے مناجات کرنے لگیں:

---

(۱) ضمیر الانسان، ص: ۷ تا ۱۰، از: مولانا ابراہیم مدنی، مطبعۂ شہابیہ، بمبئی ۱۳۲۳ھ

’’اے اللہ! میں اپنے اس بچے سے راضی ہوں، تو بھی راضی ہوجا اور اسے اپنا قرب عطا فرما کر اپنے دوستوں میں کرلے۔‘‘ (۱)

ماں کی دعاؤں ہی کا اثر تھا آپ ولی کامل اور قطب الاقطاب بن کر چمکے۔

آپ بے حد فیاض اور سخی تھے۔ حاجت مندوں کی حاجت روائی کرنا، بھوکوں کو کھانا کھلانا آپ کی عادت کریمانہ تھی۔ نانا کا شمار مہائم کے بڑے تاجروں میں ہوتا تھا، مگر آپ کے دل میں مال کی محبت نے کبھی جگہ نہ پائی، بلکہ ہمیشہ غریبوں کی امداد کرنے میں دونوں ہاتھوں سے فیاضی کرتے رہے۔ آپ کے دولت کدے پر مہمانوں کا ہجوم رہتا اور آپ انھیں طرح طرح کے لذیذ کھانے کھلا کر خوش ہوتے۔ کیا ہندو کیا مسلمان آپ کے اخلاقِ کریمانہ کے سب ہی قائل تھے۔ (۲)

## عبادت وریاضت

اللہ تعالیٰ نے آپ کو علمی کمالات اور عمدہ اطوار کے ساتھ ساتھ دین داری، تقوی و طہارت کا اعلیٰ ذوق عطا فرمایا تھا۔ آپ حیات مخدوم کے اس پہلو کا مطالعہ کریں، یہاں بھی وہ صف اول ہی میں نظر آئیں گے۔

چناں چہ سید امام الدین گلشن آبادی اپنی کتاب ’’برکات الاولیاء‘‘ میں لکھتے ہیں:

’’آپ بڑے زاہد، عابد جامع علوم شریعت وطریقت، صاحب تصرفات ظاہری و باطنی تھے۔‘‘ (۳)

بقول مولانا باقر آگاہ:

’’آپ علومِ عقلیہ ونقلیہ میں انتہا کو پہنچے ہوئے تھے۔ توحید وجودی وعلوم طریقت میں اعلیٰ یادگار اور استغراق ومشاہدۂ ذات میں کامل اور ملاحظہ صفات سے کنارہ کش تھے۔ آپ سے بیّن کرامات، عمدہ اوصاف، پسندیدہ خصلتیں اور بزرگ صفتیں ظاہر ہوئیں۔‘‘ (۴)

---

(۱) ضمیر الانسان، ص: ۵-۶، از: مولانا ابراہیم مدنی، مطبعۂ شہابیہ، بمبئی ۱۳۲۳ھ

(۲) الاحسان، ص: ۹۸، مجلۃ تصدر الجامعۃ العارفیۃ الی اللہ آباد، الھند، سنۃ ۲۰۱۲ء

(۳) برکات الاولیاء، ص: ۳۶، از: سید امام الدین گلشن آبادی

(۴) نفحۃ العنبر یہ، از: مولانا باقر آگاہ، بحوالہ تاریخ النوائط، باب: ۴، فصل: ۲، ص: ۳۶۰

اللہ تعالیٰ کی ذات میں استغراق ومحویت اور یادالٰہی میں انہماک کا اندازہ مندرجہ ذیل واقعے سے لگائیے:

’’صاحب تفسیر رحمانی حضرت شیخ علی مہائمی پر مراقبہ واستغراق کی کیفیت غالب تھی۔ بادشاہِ وقت کی بہن آپ کے نکاح میں تھی۔ایک دن شاہی بیگمات بادشاہ کی بہن سے ملاقات کے لیے شیخ کے گھر آئیں۔شیخ چوکھٹ پر بیٹھے ہوئے تھے۔بیگمات کو اندر آنے میں تردد ہوا۔شیخ کی والدہ حاضر تھیں۔

فرمایا: کیوں توقف کر رہی ہو؟ چلی آؤ، کیا رکاوٹ ہے؟

انھوں نے کہا: ہم کیسے آئیں؟ شیخ چوکھٹ پر بیٹھے ہیں، ہمیں دیکھ لیں گے۔

والدہ نے فرمایا: وہ تو بے خبری کے عالم میں ہیں، انھیں تمھاری خبر ہے نہ دنیا و مافیہا کی۔ یہ سن کر شاہی بیگمات اندر داخل ہو گئیں اور آپ کی والدہ سے اس کا ثبوت مانگا۔والدہ صاحبہ حضرت مخدوم کے پاس آئیں اور فرمایا: علی! اس تہبند سے پردہ پوشی کر لو اور اپنے کپڑے دھونے کے لیے دے دو۔

حضرت مخدوم اس وقت صاف ستھرے کپڑے پہنے ہوئے تھے، فوراً تہبند پہن کر کپڑے والدہ کو دے دیے۔کچھ دیر بعد آپ کی والدہ دوسرے میلے کپڑے لے کر آئیں اور ان کپڑوں کو پہننے کے لیے کہا۔آپ نے وہ میلے کپڑے پہن لیے۔آپ کو اس بات کی خبر نہ تھی کون سے کپڑے پہنیں کون سے اتاریں۔‘‘(۱)

مذکورہ عبارت سے حضرت مخدوم مہائمی کے فنا فی اللہ ہونے کی کیفیت تو سامنے آتی ہی ہے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ آپ نے گوشہ نشینی کی زندگی اختیار نہیں کی بلکہ سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمل کرتے ہوئے رشتۂ ازدواج سے منسلک ہوئے اور تاحیات خلق خدا کی خدمت کرتے رہے۔

## مسند تدریس

عہد مخدوم مہائمی میں گجرات اور اس کے مضافات میں کئی مدارس کا وجود ہو چکا

---

(۱) حبل المتین فی تقویۃ الیقین، از: شیخ عبد الوہاب متقی شاذلی، بحوالہ ترجمۃ المصنف، قلمی نسخہ تفسیر مہائمی، قطب خانہ درگاہ حضرت پیر محمد شاہ احمد آباد۔ (اصل عبارت فارسی زبان میں ہے، ہم نے ترجمے پر اکتفا کیا ہے۔مہائمی)

تھا۔ تاریخ الاولیاء کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ’’کوکن میں علوم ظاہری و باطنی کا چراغ حضرت فقیہ مخدوم مہائمی نے روشن کیا تھا۔‘‘(۱)

بقول سید امام الدین گلشن آبادی: ’’مہائم میں مدرسہ تھا۔ وہاں طلبہ کو آپ درس علوم ظاہری و باطنی دیا کرتے تھے۔ اور اکثر اوقات تصانیف میں گزارتے تھے۔‘‘ (۲)

## تلامذہ

یہ بات مسلم ہے کہ طلبہ کی ایک اچھی خاصی جماعت نے آپ کے سامنے زانوے تلمذ تہہ کیا ہے۔ مگر سوائے ایک دو شاگرد کے کسی اور کا تذکرہ نہیں ملتا۔ سید امام الدین گلشن آبادی نے اپنی کتاب ’’تاریخ الاولیاء‘‘ میں حضرت مخدوم مہائمی کے ایک شاگرد حضرت شیخ محمد سعید کوکنی کا تذکرہ کچھ اس طرح کیا ہے:

’’آپ شاگرد رشید مولانا فقیہ مخدوم علی مہائمی کے ہیں۔ آپ کے علم حقائق و تصوف میں کئی رسائل عربی زبان میں موجود ہیں۔ اور ضلع کوکن میں یہ دو شخص مثل آفتاب و ماہتاب کے ہوئے ہیں، جن کے وجود ذی جود سے سیکڑوں گمراہوں نے فیض پایا اور چراغ علم ظاہری و باطنی کا، اس ملک کوکن میں، آپ سے روشن ہوا۔ سن وفات معلوم نہیں، قبر آپ کی رتنا گیری میں ہے۔‘‘ (۳)

آپ کے ایک اور شاگرد محمد بن ابوبکر مخدومی رمضان المبارک ۸۲۵ھ سے ذوالحجہ ۸۲۵ھ تک کل چار مہینے مہائم میں مقیم تھے۔ آپ نے عربی صرف و نحو میں ایک معرکۃ الآرا کتاب تصنیف کی ہے۔ مخدومی کا لقب حضرت مخدوم علی مہائمی سے ارادتِ علمی اور نسبتِ روحانی کے سبب پڑا۔ (۴)

## بحیثیت قاضی

جیسا کہ ماسبق سے ظاہر ہے کہ سلطان احمد شاہ اور مخدوم علی مہائمی کے درمیان

---

(۱) تاریخ الاولیاء، از: امام الدین گلشن آبادی، ص: ۴۴۳

(۲) برکات الاولیاء، از: امام الدین گلشن آبادی، ص: ۳۶

(۳) تاریخ الاولیاء، از: امام الدین گلشن آبادی، ص: ۴۴۷

(۴) تاریخ کوکن، ص: ۳۱۶

رشتے داری تھی۔ سلطان نے اپنی بہن کی شادی حضرت مخدوم علی مہائمی سے کرادی تھی جس کی وجہ سے آنا جانا بھی ہوتا تھا، ظاہر ہے سلطان احمد شاہ نے حضرت مخدوم مہائمی کو قریب سے دیکھا ہوگا اور جب اس نے آپ کی اعلیٰ قابلیت، فقیہانہ و مجتہدانہ بصیرت اور تقویٰ و طہارت کا مشاہدہ کیا ہوگا تو آپ کو منصب قضا پر مقرر کردیا ہوگا۔

بمبئی گزیٹر میں لکھا ہے:

''صوفی مخدوم فقیہ جوانی کے کئی سال سفر اور مطالعہ میں گزارنے کے بعد ماہم کے مسلمانوں کے قاضی مقرر ہوئے۔''(۱)

## فقہی مسلک

آپ کس فقہی مسلک سے تعلق رکھتے تھے اس سلسلے میں اختلاف ہے، اکثر تذکرہ نگار نے آپ کو شافعی المسلک قرار دیا ہے، کچھ نے آپ کے حنبلی اور حنفی ہونے کا قول بھی کیا ہے، جب کے بعض نے آپ کو مرتبۂ اجتہاد پر فائز مانا ہے۔(۲)

لیکن زیادہ راجح یہی ہے کہ آپ شافعی تھے؛ اس لیے کہ تفسیر مہائمی میں آپ مسائل کی توضیح وتشریح فقہ شافعی کے روشنی میں ہی کرتے ہیں۔ تفسیر مہائمی میں مثالیں بہت سی مل جائیں گی، یہاں ہم صرف ایک مثال پر اکتفا کرتے ہیں۔

مثلاً آپ فقہ شافعی کے موافق ''قروء'' سے مراد ''طہر'' لیتے ہیں:

(یتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء) أي مضي ثلاثة أطهار.(۳)

''(اپنے آپ کو تین قروء تک روکے رکھیں) یعنی تین طہر گزرنے تک۔''

## صوفیانہ مسلک

حضرت مخدوم مہائمی کس سلسلے سے تعلق رکھتے تھے اس کا پتہ نہیں چلتا، ہاں اتنا ضرور ہے کہ کچھ تذکرہ نگاروں نے آپ کو ''اویسی'' لکھا ہے۔ چناں چہ ڈاکٹر سید کمال الدین ایچ قادری نے لکھا ہے:

---

(۱) بمبئی گزیٹر، ج:۳،ص:۳۰۱

(۲) تین تحقیقی مقالے، مرتب: عبدالستار دلوی، مقالہ نگار: جمیلہ شوکت ، هدیة العارفین فی اسماء المؤلفین وآثار المصنفین ، ج:۱،ص:۷۳۰، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان

(۳) تفسیر مہائمی، ج:۱،ص:۸۲، مطبوعہ بولاق، مصر

"He was followers of Owaisi path"(۱)

اور جیسا کہ اسی کتاب میں قاضی یوسف مرگھے صاحب لکھتے ہیں:

اویسی شرف، راسخ العلم ہیں     جمالی صفت، کامل الحلم ہیں
(ص:۴۹)

## شیخ محی الدین ابن عربی کا اتباع

لیکن حقیقت یہی ہے کہ آپ شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مسلک وحدۃ الوجود کے ماننے والے تھے۔ شیخ اکبر کے نظریۂ وحدۃ الوجود کے ماننے والوں کو صوفیاے موحدہ کہا جاتا تھا، چناں چہ شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی اپنی کتاب ''اخبار الاخیار'' میں آپ کے متعلق لکھتے ہیں:

''وے از علمائے صوفیہ موحدہ است ۔ عالم بود بعلوم ظاہر و باطن، صاحب التصنیفات الرائقہ والتالیفات اللائقہ۔''(۲)

یعنی: آپ علماے صوفیہ موحدہ (شیخ اکبر کے نظریہ وحدۃ الوجود کے ماننے والوں) میں سے ہیں، علوم ظاہری و باطنی کے عالم اور عمدہ اور مفید کتابوں کے مصنف ہیں۔

محمد حسن غوثی منڈوی ''گلزار ابرار'' میں لکھتے ہیں:

''دونوں جہاں کے حقائق و اسرار کے آپ عارف تھے۔ صوفیوں کی اصطلاح میں آپ شیخ محی الدین ابن عربی اور شیخ صدر الدین قونوی کے پیرو ہیں۔ اور ان دونوں بزرگواروں کی تصنیفات پر آپ نے عمدہ شرحیں لکھیں اور سنجیدہ حاشیہ لگائے ہیں۔''(۳)

''سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان'' میں ہے:

والشیخ علي کان من نحاریر الزمان واصحاب الذوق والعرفان ۔ مثبتا للتوحید الوجودی، مقتفیا بالشیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ.(۴)

(۱) حضرت مخدوم علی ماہمی (قطب کوکن) بزبانِ انگلش، ص: ۲۴

(۲) اخبار الاخیار، از: شاہ عبدالحق محدث دہلوی، ص: ۱۷۹، مطبوعہ دہلی ۱۳۳۲ھ

(۳) گلزار ابرار، از: محمد حسن غوثی منڈوی، ص: ۱۴۱

(۴) سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان، ص: ۹۰

یعنی: شیخ علی مہائمی، حاذقِ زماں، صاحب ذوق وعرفان میں سے تھے۔توحید وجودی کا اثبات کرنے والے اور شیخ ابن عربی کے نقش قدم پر چلنے والے تھے۔

## وفات

ایک طویل مدت تک عالم کو اپنے کمالات ظاہری وباطنی سے مستفید کرتے رہے اور عالم اسلام میں روحانیت اور رجوع الی اللہ کا عالم گیر ذوق پیدا فرماتے رہے۔ بالآخر ۸؍جمادی الآخرہ ۸۳۵ھ مطابق ۱۴۳۱ء کو جمعہ کی شب ۵۹؍سال کی عمر پا کر وفات پائی اور بروز جمعہ، نمازِ جمعہ کے بعد ماہم ہی میں اپنے اقربا کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔ (۱)

## قلمی یادگاریں

حضرت مخدوم علی مہائمی علیہ الرحمہ نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ تصنیف وتالیف میں گزارا، آپ نے سو سے زائد قلمی یادگاریں چھوڑیں، جن میں بیشتر تصوف کے دقیق مسائل پر مشتمل تھے، مگر افسوس کہ اکثر حوادثِ زمانہ کی نذر ہو گئیں، کچھ کتابیں بوسیدہ حالت میں بچی تھیں تو سابق متولیوں نے انھیں عربی کتاب سمجھ کر دفن کر دیا، کس قدر علمی کتابیں رہی ہوں گی جو فوت ہوئیں، دل خون کے آنسو نہ روئے تو اور کیا کرے۔

یہ بھی اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ ۱۳؍کتابیں تلف ہونے سے بچ گئیں، جو ہندوستان کے مختلف لائبریریوں میں محفوظ ہیں، باقی ۱۱؍کتابیں ایسی ہیں جن کا صرف نام ملتا ہے وبس۔ہم نے ان کا کتابوں کا مختصر تذکرہ اسی کتاب کے حاشیے میں کر دیا ہے۔

مہائمی

۱۵؍رجب ۱۴۴۳ھ-۱۷؍فروری ۲۰۲۲ء

---

(۱) ماثر الکرام تاریخ بلگرام (مترجم) از: غلام علی آزاد بلگرامی مطبوعہ جامعۃ الرضا، بریلی، ص:۲۹۶

سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان ص:۹۰

تاریخ کوکن ص:۳۱۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ربِّ یسر وبہ نستعین وتمّم بالخیر

# اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا

کروں نام اللہ کا لے کلام
کہ ہو خیر و خوبی سے جلدی تمام

جو ہے ایک اور لاشریک اس کی ذات
مقر اس کی وحدت کی ہے کائنات

بدایت نہایت نہ اس کو مثال
وہی حی و قیوم ہے لا یزال

توانا ہے سب شے پہ دانائے کار
لہ الخلق و الامر و الاقتدار[1]

کہا اس نے ہو، تو ہوئے دو جہاں
ملک، جن و انس و زمین و زماں

کئی بھانت عالم جو پیدا کیا
پر انسان کو اپنا شیدا کیا

کیا ساری خلقت سے اس کو عزیز
بہ انواعِ علم و ہنر دی تمیز

---

[1] یعنی ساری مخلوق، سارے احکام اور سارے اقتدار اسی پاک پروردگار کے ہیں۔

پھر اقسام اقسام کی خوبیاں
اسے بخشیں با رفعت و عظمِ شاں

بہت اس میں ہیں ایسے اہل کرام
کہ ہیں جن کے ہونے سے جگ کو قوام

کیا خاکیوں پر یہاں تک کرم
نیابت کا عہدہ دیا یک قلم

بڑا صاحب فضل ، منان ہے
یہ کچھ اس کا انساں پہ احسان ہے

رسالت عطا کی ہے انسان کو
ولایت بھی بخشی ہے انسان کو

امانت جو اٹھوائی انسان سے
یہ محض اس کے ہے عدل و احسان سے

کہ ہے رمز ایک اس میں اور امتیاز
ادا کرنے والے ہی ہوں سرفراز

یہ اس ہی کی حکمت کا ہے سب ظہور
یہاں عقل عاجز ، مقر القصور

اسی کو سزاوار حمد و سپاس[1]
فزوں حصر سے ، بے عدد ، بے قیاس

---

[1] شکر گزاری، احسان مندی، یعنی یہی وہ ذات ہے جو اس بات کی مستحق ہے کہ اس کی حمد و ثنا کی جائے اور اس کا احسان مانا جائے۔

رسولوں ، مقرب فرشتوں سے جب
نہ پوری ثنا ہوسکی اس کی سب

تو میں کون اور میرا مقدور کیا
کہ مجھ سے ادا ہووے اس کی ثنا

یہاں بس یہ اقرار ہے تب بکار
ثنا اس کی ہے بے عدد بے شمار

# حضرت
# رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت

کروں نعت اس گوہرِ پاک کی
جسے عز و رفعت ہے لو لاک[1] کی

ہوا جن کے باعث سے ایجاد ہے
جہاں نام سے ان کے آباد ہے

نبیُّ الورا ، شاہِ خلق عظیم
اشارے سے ان کے ہوا مہ دو نیم

---

[1] اس حدیث کی طرف اشارہ ہے:

رَوَى الدَّيْلَمِيُّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَرْفُوْعًا : يَقُوْلُ اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ: وَعِزَّتِيْ وَ جَلَالِيْ،لَوْلَاكَ مَا خَلَقْتُ الْجَنَّةَ وَلَوْلَاكَ مَا خَلَقْتُ النَّارَ۔

امام دیلمی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعا روایت کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: مجھے میرے عزت وجلال کی قسم (اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اگر آپ نہ ہوتے تو میں جنت اور دوزخ پیدا نہ فرماتا۔

(الفردوس بماثور الخطاب، از ابوشجاع شیرویہ دیلمی، متوفی: ۵۰۹ھ، ج:۵،ص:۲۲۷، دار الکتب العلمیہ ، بیروت )

ایک دوسری حدیث میں ہے:

رَوَى الْحَاكِمُ فِيْ مُسْتَدْرَكِهِ عَنْ عُمَرَ مَرْفُوْعاً: أَنَّ آدَمَ رَأَى اسْمَ مُحَمَّدٍ ﷺ مَكْتُوْبًا عَلَى الْعَرْشِ وَأَنَّ اللهَ قَالَ لِآدَمَ لَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُكَ.

امام حاکم نے مستدرک میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کی کہ حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسمِ مبارک عرش پر لکھا ہوا دیکھا اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم سے فرمایا: اگر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نہ ہوتے تو میں تمھیں پیدا نہ کرتا۔

(مواہب لدنیہ، امام احمد بن محمد قسطلانی، ج:۱،ص:۷۰، مطبوعہ الکتب الاسلامیہ، بیروت )

عرب اور عجم بلکہ کونین سب
طفیل ان کے پاتے ہیں سکھ چین سب

رسولِ خدا ، رحمت العالمین
شہِ انبیا ، خاتم المرسلین

بدن ان کا بے سایہ ، مانندِ نور
ہوا نور سے جن کے سارا ظہور

ہوا ان پہ نازل کلامِ خدا
کہ جبریل لے وحی آتے سدا

کرے کوئی کیا اوج ان کا بیاں
انھیں کو تو معراج ہے لامکاں

وُحوش و طیور ان کو باحترام
کیا کرتے ہر بار جھک کر سلام

کہاں ان کا ثانی ، یہ مجھ سے سنو
خدائی میں ایسا ہوا ہے ، نہ ہو

کھلے گا انھیں سے شفاعت کا باب
شفیع و مشفع بروز حساب

ہے ان کی اطاعت نجات ابد
ہو آمرزش حق جو وے ہوں سند

نہ ہو ان کے بن پیروی ، کچھ قبول
قل ان کنتم[۱] اس پر دلیل اصول

درود و سلامِ خداوندگار
ہو اس ذاتِ امجد پہ نت بے شمار

رفیق ان کے اول سے صدیق ہیں
عمر قاتلِ قومِ زندیق ہیں

سخاوت میں عثمان خویشِ رسول
علی شاہِ مرداں و زوجِ بتول

نواسے پیمبر کے دو نورِ عین
سو حسنین ہیں سیدُ الخافقین

قیامت کی خاتون زہرا بتول
بھی حمزہ و عباس عمِ رسول

سِوا ان کے ہیں آل اور اصحاب جو
سبھوں پر سلام و رضا حق کی ہو

---

۱؎ اس آیت کی طرف اشارہ ہے:
قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝
اے محبوب! تم فرمادو کہ لوگو! اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرماں بردار ہوجاؤ، اللہ تمھیں دوست رکھے گا اور تمھارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔
(سورۂ آل عمران:۳۱)

اور ان پر بھی جو قطبِ اقطاب ہیں
حبیبِ خدا فردِ احباب ہیں

غیاث الورا، سارے پیروں کے پیر
مریدوں کے حامی، بحق دستگیر

❁ ❁ ❁

# اپنے مرشد
# کامل طریقت کی منقبت

کہوں اپنے مرشد کی تعریف اب
کہ پیر مکمل ہیں مقبول رب

چراغِ شبستانِ ارشاد ہیں
ادیب دبستانِ حق یار ہیں

ضیا بخش، کاشانۂ معرفت
صفا بخش ، آئینۂ محویت

ریاضت کے اقلیم کے ہیں مقیم
افاضت کے دریا کے در یتیم

تصوف کا ان سے عَلَم ہے بہ پا
کہ ہیں قبلۂ اہلِ صدق و صفا

معارف پنہ ، قطب دنیا و دین
ہے دلدار شہ قادری بالیقین

خدا ان پہ رحمت کرے دم بدم
ہمیں ان سے پہنچاوے فیض و کرم

مرید ان کا یوسف بہ صدق و نیاز
جو پایا بہ فضلِ خدا امتیاز

ہوا قادری جس گھڑی سے مرید
ہے امید اللہ سے ہو سعید

❁❁❁

# اپنی برآمد حاجات
# کی مناجات

الٰہی لے آیا ہوں ایک التجا
وہ سن فضل سے دے مرا مدعا

گنہ گار ہوں گرچہ میں سر بسر
پہ ہے تیری بخشش پہ میری نظر

مجھے اور ما باپ کو میرے بھی
میرے پیر و استاد کو اور سبھی

عزیزوں کو اور مومنوں کو تمام
گنہ بخش ، کر پاک اور نیک نام

جو دی ہے مجھے دولت ایمان کی
بڑھا اس کو ، دے نعمت احسان کی

رکھ ایمان کا میرے پایہ قوی
کہ کرتا رہوں شرع کی پیروی

کر اسلام پر استقامت عطا
بچا دین کے رہزنوں سے سدا

مجھے قرب میں اپنے منظور رکھ
مکائد سے شیطان کے دور رکھ

پلا اپنا جامِ محبت مجھے
سدا اپنا رکھ مستِ الفت مجھے

جو میں چاہوں مطلب سو برلا میرا
میرا دین و دنیا میں کردے بھلا

کر آلائشِ کبر و کیں دل سے دور
بھر اب اس میں سب علم و حکمت کا نور

کسی کا نہ محتاج کر اپنے بِن
دے آسودہ حالی مجھے دن بہ دن

کسی کا نہ رکھ زیرِ مِنّت مجھے
نہ دِکھلا کبھی روزِ محنت مجھے

نہ خاطر پہ گزرے کسی کی بدی[1]
نہ ہووے بدی مجھ سے سرزد کبھی

دو عالم میں رکھ تو مجھے سرخ رو
بڑھا نِت میری عزت و آبرو

مرے حال کو ستر کر اے کریم
مرے ضعف پر رحم فرما رحیم

[1] پہلے مصرعے میں بدی سے مراد برا تصور ہے، جب کہ دوسرے مصرعے میں گناہ اور برا کام ہے۔

مناقب یہ بولا سو منظور کر
اسے سارے عالم میں مشہور کر

دے اِس میرے باغِ سخن کو بہار
نہال اس کے پھولے پھلیں بے شمار

بہ قرآں کلامِ تو ، خیر الکلام
بخیر الخلائق علیہ السلام

بہ آلِ رسول و صحابِ رسول
بہ زہرائے خاتونِ جنت بتول

بہ حسنین سبطینِ خیر الورا
وسیلے سے اِن سب کے، یہ کی دعا

❀❀❀

# اس نظم مناقب کا موجب

بہت دن سے تھی آرزو مجھ کو یوں
کہ ہندی میں ان کے مناقب لکھوں

جو ہے قطبِ کوکن ، امامِ ہمام
وے مخدوم صاحب مُعَلاَّ مقام

فقیہِ علی ماہمی نامور
خدا ان پہ رحمت کرے بیشتر

ولیکن تھا لاچار غیر از کتاب
سو اب فضلِ حق سے ہوا کامیاب

لگی ہاتھ میرے کتابِ[1] صحیح
ہے عربی زباں میں بیانِ فصیح

جو ہے اس ولی کی بنائی ہوئی
تھے کلیان میں قادری مولوی

---

[1] یعنی رسالہ ضمیر الانسان، جس کا پورا نام: ”ضمیر الانسان لازدیاد اشتیاق المحبین الی ذکر الرحمٰن“ ہے۔

که سید ابراہیم[1] ہے ان کا نام
خدا ان پہ رحمت کرے مستدام

کیا شکر حق کا ، ہوا شاد دل
لگا اس سے لکھنے ، ہو آباد دل

بتوفیقِ حق جب کیا لکھ کے بس
تھے بارہ سو بائیس ہجری برس

بخوبی ہوئی ایک مجلس تمام
رکھا زینۃ المجلس اب اس کا نام

کہی پھر سنہ اس کی موسومیہ
کہ جزوی کمٰلاتِ[2] مخدومیہ
۱۲۲۲ھ

ولے جو سخن ور ہیں والا گہر
میری عرض ہے ان سے یہ سر بسر

جو اس میں کہیں ہووے سہو و قصور
تو اصلاح بخشیں اسے بالضرور

❁ ❁ ❁

---

[1] وزن شعری کی وجہ سے ''ابراہیم'' کا پہلا الف نہیں پڑھا جائے گا، جیسے علامہ اقبال کے اس شعر:

آج بھی ہو جو براہیم کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

میں الف نہیں پڑھا جاتا۔

[2] اصل مخطوطے میں ''جزوی کمالات مخدومیہ'' لکھا ہے، لیکن اِس کا عدد ۱۲۲۳ھ نکلتا ہے، جب کہ اس سے پہلے انھوں نے لفظوں میں صراحت کردی ہے کہ کتاب بارہ سو بائیس ہجری میں مکمل ہوئی۔ میرے خیال سے مرگھے صاحب نے ''جزوی کمٰلات مخدومیہ'' میم کے بعد الف نہ لکھ کر میم پر کھڑا زبر لکھا ہوگا، کہ اس صورت میں میم کے بعد کا الف پڑھنے میں تو آئے گا، مگر عدد نکالنے میں اس کا شمار نہ ہوگا۔ اسی وجہ سے ہم نے اوپر کتاب میں ''جزوی کمٰلات مخدومیہ'' کر دیا ہے۔

# مناقب کے آغاز کی بیاں طرازی

قلم ہو ادب سے مناقب طراز
لگا یہ بیاں لکھنے با امتیاز

کہ عالی جناب ، آسماں احتجاب
ولایت مآب و کرامت نصاب

رفیع المراتب ، منیع الصفات
جلیل المناقب ، دلیل النجات

شریعت کے حامی ، طریقت پناہ
حقیقت کے صاحب[1] ، کرم دست گاہ

---

1. یعنی حقائق نگار۔

جیسا کہ ذوقی شاہ لکھتے ہیں:

حضرت مخدوم مہائمی رحمۃ اللہ علیہ کشف حقائق اور ذات باری تعالیٰ کے عرفان میں وہ ید طولیٰ رکھتے ہیں کہ اہل بصیرت کی نگاہ میں آپ ہندوستان کے ان معدود چند بزرگوں میں سے ہیں جنھیں شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی سی شان رکھنے کا امتیاز حاصل ہے۔ آپ نے حقائق و معارف کے موتی اپنی سو سے زائد تصانیف کے ذریعہ سے بکھیرے ہیں۔ (مضامین ذوقی، ص: ۹۰-۹۱، محفلِ ذوقیہ، پاکستان)

اور عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں: ہندوستان کے ہزار سالہ دور میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے سوا، حقائق نگاری میں ان کا کوئی نظیر نہیں۔ (یادِ ایام، ص: ۵۹، مطبوعہ: علی گڑھ)

یہ عبدالحی صاحب کی حضرت شاہ ولی اللہ سے عقیدت ہے کہ انھوں نے ایسا لکھ دیا، ورنہ جو بھی حضرت مخدوم مہائمی کی کتابوں کا مطالعہ کرے گا، اسے کہنا پڑے گا کہ ہندوستان میں حقائق نگاری میں ان کا کوئی نظیر نہیں۔

معارف کے اسرار میں مقتدا
کہ ہیں اہلِ توحید کے پیشوا

پڑھایا جنھیں خضر نے وے سبق
ملا ان کو علم لدنی بحق

اویسی[1] شرف ، راسخ العلم ہیں
جمالی صفت ، کامل الحلم ہیں

ہے علماے ربانیوں میں امام
فقیہانِ دیں پروروں کے نظام

سپہرِ ہدایت کے مہر منیر
عنایت کے کشور کے صاحب سریر[2]

---

[1] جناب یوسف مرگھے صاحب اور مزید کچھ تذکرہ نگار نے آپ کو اویسی المشرب لکھا ہے۔
اویسی کسے کہتے ہیں اس بارے میں کئی اقوال ہیں۔ یہاں صرف تین اقوال ذکر کیے جاتے ہیں:
(۱) اویسی ایسے شخص کو کہتے ہیں جسے کسی پیر و مرشد کے بغیر محض مبداے الہیہ سے فیضِ ولایت پہنچے۔
(۲) اویسی وہ شخص ہے جس کو حضرت خضر علیہ السلام سے فیض پہنچے۔
(۳) جس شخص کو اولیاے امت میں سے کسی کے بھی باطن سے رسمی توسط کے بغیر فروغِ ہدایت حاصل ہو۔
مذکورہ تینوں اقوال پر اگر نظر کریں تو واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت مخدوم علی مہائمی اویسی المشرب تھے، کیوں کہ آپ کے پیر و مرشد کا ذکر تاریخ میں نہیں ملتا، اور آپ حضرت خضر علیہ السلام کے فیض یافتہ بھی ہیں، اور اس سے کسے انکار ہو سکتا ہے کہ آپ کو حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی علیہ الرحمہ سے رسمی توسط کے بغیر فیض پہنچا ہے۔
آپ کے علاوہ حضرتِ داتا گنج بخش ہجوری لاہوری، بابا حاجی روزبہ دہلوی، شیخ جلال الدین پورانی، سید ابراہیم اویسی، شیخ موسیٰ آہنگر لاہوری اور ان کے علاوہ بہت سے اویسی بزرگ ہند اور بیرون ہند میں ہوئے ہیں۔

[2] حکمراں۔ پورے شعر کا معنی یہ ہے:
کہ آپ آسمانِ ہدایت کے روشن سورج ہیں اور جود و عطا کے بادشاہ اور سلطنت کے حکمراں ہیں۔

ثمیں دُرِّ دریاے فیض و نوال
گزیں گوہرِ دُرجِ[1] کشف و کمال

خدا دوست ، حق دوستوں کے امیر
عقیدت نہادوں کے نت دستگیر

سراج الہدیٰ ، قطبِ دنیا و دین
کہ ہیں قبلۂ اہل صدق و یقین

کرم بخش ، فیاض ، عالی نگاہ
بڑے پیر ، مخدوم ، عالم پناہ

فقیہِ علی شافعی ماہمی
خدا ان پہ رحمت کرے دائمی

اور آوازہ ان کی کرامات کا
جہاں میں ہے پھیلا ہوا جابجا

نہ اس ملک میں ، بلکہ اطراف میں
عرب اور عجم سارے اکناف میں

جہاں میں یہ نام ان کا موصوف ہے
وطن ان کا ماہم بھی معروف ہے

---

[1] فہرست، رجسٹر۔ پورے شعر کا معنی یہ ہے:
آپ فیض وعنایات کے سمندر کے قیمتی موتی ہیں اور کشف وکمالات کی فہرست میں آپ کا نام پسندیدہ نگینے کی طرح ہے۔

جو کوکن میں ہے شہرِ فرُّخ نشاں
پُر آباد گویا کہ جانِ جہاں

خوش آئندہ بستی ، خوش آئندہ طور
کہ گھر گھر خوشی ، غم کسی پر نہ جور

قدیمی یہ بندر بہت مشتہر
تجارت کا بازار یہاں[1] گرم تر

خردمند لوگ اس میں اور اہلِ کار
ہر ایک فن میں ماہر ، بڑے ہوشیار

یہ حکمت خدا کی جو ملک و مکاں
ہو آباد تو ایک ہو قطب وہاں[2]

سو قطبیت اس ملکِ کوکن کی اب
ہے مخدوم صاحب کے نِت منتسب

کہ یہ منبئی اور کوکن تمام
انھی کی ولایت میں ہے ، لا کلام

خدا سے یہ خواہانِ توفیق ہوں
کہ اس کا بیاں بھی تمھیں سب کہوں

❁ ❁ ❁

---

[1] [2] ''یہاں'' کی ''ہ'' ماقبل والے حرف ''ی'' کے ساتھ ملا کر اور ''ی'' کے تابع ہو کر پڑھی جائے گی، جس طرح ہائے مخلوط یعنی وہ ''ھ'' جو ماقبل والے حرف کے ساتھ ملا کر پڑھی جاتی ہے، جیسے: بھارت، دھوبی، جھولا وغیرہ۔ دکن میں لفظِ ''یہاں'' اور ''وہاں'' کے ساتھ یہی معاملہ کیا جاتا ہے، ''ہ'' کی اپنی مستقل آواز نہیں ہوتی، بلکہ اس کی ادائیگی ماقبل والے حرف کے ساتھ کچھ دب کر ہوتی ہے۔ اسی طرح پڑھنے پر شعر کا وزن برقرار رہے گا، ورنہ نہیں۔ شمال میں ایسے وقت ''یاں'' اور ''واں'' لکھا اور پڑھا جاتا ہے۔

# حضرت مخدوم صاحب کی ماں صاحبہ کے مناقب
# اور ان کے والد ماجد کا نام نامی
# اور ولادت باسعادت کی تاریخ گرامی

لکھا ہے کہ مخدوم صاحب کی ماں
بڑی پاک دامن تھیں عصمت نشاں

تھیں مخدومۂ وقت فَرُّخ خصال
ولایت میں کامل بہ کشف و کمال

سدا دھیان ان کو عبادت سے تھا
دل ان کا صفا نورِ طاعت سے تھا

رہیں دن کو شاغل بہ ذکر و نماز
کریں رات بھر حق سے عجز و نیاز

بڑا معرفت میں کمال ان کو تھا
خدا پاس مقبول ان کی دعا

تھیں با حسنِ اِخلاص آراستہ
لباسِ دیانت سے پیراستہ

تھا چہرے کو نت خال[1] عصمت سے نور
خدا یاد سے دل کو نسدن[2] حضور

سدا جاگنا رین کحلِ[3] بصر
یہی مقنع منہ پر کہ سجدے میں سر

حریمِ جلالت کی خلوت نشیں
تھیں خاتونِ نسوانِ عفت گزیں[4]

کہ ہے حضرتِ فاطمہ ان کا نام
رہے ان پہ رحمت خدا کی مدام

بزرگ ان کے تھے والدِ نامدار
حُسَینؒ[5] ناخدا صاحب اقتدار

تھے لیکولے معروف با اختصاص
کہ مخدوم صاحب کے نانا ہیں خاص

بھی مخدوم صاحب کے والد کا نام
حسنؒ[6] صاحبِ فضل عالی مقام

---

[1] تل یا کاجل۔یعنی چہرہ عصمت کے نور سے ہمیشہ منور رہتا۔
[2] دن رات، ہر وقت۔یعنی دل ہر وقت خدا کی یاد میں حاضر رہتا۔
[3] آنکھوں میں لگانے کا سرمہ۔یعنی راتوں کو ہمیشہ جاگنا ہی ان کی آنکھوں کا سرمہ تھا۔
[4] پارسائی پسند کرنے والی۔یعنی پارسائی پسند کرنے والی خواتین میں سے تھیں۔
[5] آپ کے نانا، ناخدا حسین نیکولیا ایک بڑے تاجر تھے، لوگوں میں ملک التجار سے مشہور تھے۔
[6] آپ کے نسب نامے کے سلسلے میں الگ الگ کتابوں میں الگ الگ قول ملتا ہے، کل چار اقوال ملتے ہیں جنھیں ہم نے نمبروار ذیل میں درج کیا ہے اور ترجیحی پہلو نکالنے کی کوشش کی ہے، جس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

حسن بن ابراہیم[1] بن اِسمٰعیل[2]
تعارف میں کودر بہ عرف جمیل

کہ حضرت نے اس طور سے اپنا نام
شمائل[3] کے اوپر لکھا تھا تمام

---

[1] [2] وزنِ شعری کی وجہ سے ابراہیم کا پہلا الف اور اسماعیل کا دوسرا الف نہیں پڑھا جائے گا۔ دیکھیے صفحہ نمبر: ۴۷/ کا حاشیہ نمبر: ۱

[3] اس سے مراد کتاب شمائل الاتقیاء ہے، جس کے متعلق ''ضمیر الانسان'' کے مصنف مولانا ابراہیم مدنی کا کہنا ہے کہ یہ خود حضرت مخدوم فقیہ علی مہائمی کے دستِ مبارک سے لکھی ہوئی ہے۔

**(بقیہ پچھلے صفحے کا حاشیہ)**

ضمیر الانسان- جو کہ حضرت مخدوم علی مہائمی کی حیات پر پہلی مستقل کتاب ہے- میں یہ دو قول ہیں:

**(۱) علی بن احمد بن علی بن احمد (مشہور بہ ابن بنت حسین ناخدا نیکولیا)۔**

**(۲) علی بن حسن بن ابراہیم بن اسماعیل بن محمد بن احمد۔**

شمائل الاتقیاء- جس کے متعلق ''ضمیر الانسان'' کے مصنف مولانا ابراہیم مدنی کا کہنا ہے کہ یہ خود حضرت مخدوم فقیہ علی مہائمی کے دستِ مبارک سے لکھی ہوئی ہے- اس سے دوسرے قول کی تصدیق ہوتی ہے۔ مولانا ابراہیم مدنی نے بھی اسی دوسرے قول کو راجح کہا ہے۔ (ضمیر الانسان، ص: ۳۰، مطبعۂ شہابیہ، بمبئی)

مگر ہمارے پاس جو سب سے قدیم ماخذ ہے، وہ تفسیر مہائمی کا ایک قدیم مخطوطہ ہے، جس کی کتابت ۹۶۸ھ میں ہوئی ہے، کاتب نے ''ترجمۂ مصنف'' کے تحت حضرت مخدوم فقیہ علی مہائمی کا مختصر تذکرہ عربی میں کیا ہے، اس کا اسکین ہمارے پاس موجود ہے، اس میں آپ کے نسب کے متعلق یہ قول نقل ہے:

(۳) علی پرو بن احمد پروالمشتہر بنت حسین ناخدا نکولیۃ.

اس کے بعد دوسرا قدیم نسخہ جس میں آپ کے نسب کا ذکر ملتا ہے وہ ہے ''گلزارِ ابرار''، اس کے مصنف مولانا محمد حسن غوثی شطاری ہیں۔ ''گلزار ابرار'' کی تالیف ۹۹۸ھ میں شروع ہوئی اور تکمیل ۱۰۲۰ھ سے ۱۰۲۲ھ کے درمیان ہوئی تھی۔ شطاری صاحب نے آپ کے نسب کے متعلق لکھا ہے:

''شیخ علی پیرو، پیرو دیہی است از مہائم کہ بندر زیر باد گجرات است، **نام پدرِ او احمد مہائمی است۔**''

یعنی: شیخ علی پرو کے پدر بزرگ وار کا نام ''احمد'' ہے۔ پرو بندرگاہ مہائم کا ایک گاؤں ہے اور مہائم گجرات کے تحت آباد ہے۔ (چمنِ سوم، تذکرۂ ہشتم، از مخطوطہ کتاب خانہ نواب صدر یار جنگ بہادر مولانا حبیب الرحمٰن خان شروانی)

تیسرا ماخذ ''آئین اکبری'' ہے، یہ بادشاہ جلال الدین اکبر کے وزیر شیخ ابوالفضل کی تصنیف ہے، ابوالفضل کا انتقال ۱۰۱۱ھ میں ہوا، انھوں نے حضرت مخدوم کا مختصر ساذکر کیا ہے، اس میں آپ کے نسب کے متعلق یہ قول ملتا ہے:

''شیخ علی پرو بن مولانا احمد مہائمی۔''

(آئین اکبری، ج: ۳، ص: ۱۷۴، مطبوعہ: نول کشور)

مگر وہ جو کلیان کے ہیں نجیب
تعارف میں مُلّا محمد خطیب

سو لکھتے ہیں مخدوم صاحب کا نام
علی ابن احمد مُعلّا مقام

وے ابن علی ابن احمد میاں
ہے جامی[۱] سے عرف ان کی پروے بیاں

---

[۱] حضرت مخدوم فقیہ علی مہائمی اور حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی ایک دوسرے سے واقف تھے، دونوں کے درمیان خط و کتاب بھی رہی ہے، حضرت مخدوم فقیہ علی مہائمی کے انتقال کت وقت مولانا جامی ۱۸/سال کے تھے۔
(خانوادۂ قاضی بدرالدولہ، ص: ۳۳، مطبوعہ: دارالتصنیف، مدراس، ۱۹۶۳ء)

**(بقیہ پچھلے صفحے کا حاشیہ)**

بھوپال کے نواب جناب جمال الدین صاحب نے ۱۲۹۵ھ میں بولاق، مصر سے دو جلدوں میں تفسیر مہائمی کی اشاعت کی تھی، اس کے جلد دوم صفحہ نمبر: ۴۲۲/ پر یہ قول ملتا ہے:

**(۴) علی بن احمد بن حسن بن ابراہیم بن اسماعیل۔** (تفسیر مہائمی، ج: ۲، ص: ۴۲۲، بولاق، مصر)

تاریخ کلیان کے مصنف مولانا عصمت بوبیرے مصباحی کے بقول ''ابراہیم'' آپ کے پردادا ہوتے ہیں۔ جس سے چوتھے قول کی تصدیق ہوتی ہے۔ (تاریخِ کلیان، ص: ۸، اسلاف پبلی شرز، کلیان)

میرے نزدیک چوتھا قول ہی زیادہ معتبر اور راجح قول ہے۔

**چوتھے قول کے راجح ہونے کی وجہ:**

پہلا قول اس لیے مرجوح ہے کیوں کہ اس میں ''ابراہیم'' حضرت مخدوم کے پردادا نہیں ہوتے۔

مزید یہ کہ مولانا ابراہیم مدنی نے پہلا قول ملا خطیب کلیانی کی کتاب سے نقل فرمایا ہے اور کچھ بعید نہیں کہ ملا خطیب کلیانی نے یہ پہلا قول ''تفسیر مہائمی'' کے مذکورہ قلمی نسخے سے حاصل کیا ہو، اور کاتب کی غلطی سے ''علی بن احمد'' دو مرتبہ لکھ گیا ہو۔

دوسرا قول اس لیے مرجوح ہے؛ کیوں کہ اس قول کے اعتبار سے ''احمد'' حضرت مخدوم کے والد نہیں ہوتے، جب کہ جملہ سیرت نگاروں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آپ کے والد کا نام ''احمد'' ہے۔ اس لیے ہوسکتا ہے کہ کاتب سے ''احمد'' لکھنے سے رہ گیا ہو۔

تیسرے اور چوتھے قول میں کوئی تضاد نہیں۔

جب کہ چھوتھے قول میں ''احمد'' آپ کے والد اور ''ابراہیم'' آپ کے پردادا ہوتے ہیں، جس کی تصدیق تفسیر مہائمی اور تاریخِ کلیان سے ہوجاتی ہے۔

لکھے عرف حضرت کے سب تین ہیں
مقدم تو کودر ہے بولا جو میں

جو پروے لکھی ہے سو ہے دوسری
جو ہے عرف لیکولے سو مادری

تولد کی تاریخ ہجری یہ بس
کہ تھے سات سو پر چھہتر برس
٧٧٦ھ

یہ احوال اتنا جو دیکھا تھا سب
سو تم سے بیاں کر کہا اور اب

وہ کہتا ہوں جس سے ولایت ملی
اور ان سے کرامت جو ہوتی چلی

❁❁❁

**(بقیہ پچھلے صفحے کا حاشیہ)**

پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ کوکنی حضرات کا پہلے سے ہی دستور رہا ہے کہ ہر خاندان کا ایک ذاتی قبرستان ہوا کرتا تھا، جہاں اسی خاندان کے افراد کو دفن کیا جاتا تھا۔ کلیان میں یہ دستور آج بھی برقرار ہے۔ کلیان ریلوے اسٹیشن سے دیڑھ کلومیٹر دوری پر ''غفور ڈان چوک'' کے پاس حضرت شیخ نظام الدین خاموش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مزار ہے، اس کے داہنی جانب حضرت مخدوم مہائمی کا آبائی قبرستان آج بھی موجود ہے۔ وہاں حضرت مولانا احمد علیہ الرحمہ کا مزار مبارک بھی ہے اور برسوں سے یہی مشہور بھی ہے کہ یہ حضرت مخدوم مہائمی کے والد صاحب کا مزار ہے، ساتھ ہی وہاں اور بھی کئی قبریں ہیں، ان میں سے تین قبروں کے کتبے پر بالترتیب حسن، ابراہیم اور اسماعیل لکھا ہوا ہے۔

اس لیے مناسب یہی ہے کہ اب حضرت مخدوم مہائمی علیہ الرحمہ کا نسب یوں لکھا جائے:

**علی بن احمد بن حسن بن ابراہیم بن اسماعیل۔**

اس سے چوتھے قول کی تصدیق بھی ہو جاتی ہے اور سارے اقوال میں تطبیق بھی۔

اور اگر دوسرے قول کو صحیح ترین قول مان لیں کہ یہ حضرت مخدوم مہائمی کے ہاتھوں لکھا ہوا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی مان لیا جائے کہ اس قول میں ''احمد'' لکھنے سے رہ گیا ہے، تو حضرت مخدوم کا نسب اس طرح لکھا جا سکتا ہے:

**علی بن احمد بن حسن بن ابراہیم بن اسماعیل بن محمد بن احمد۔**

# ماں صاحبہ کے ادب بجالانے اور ولایت معہ کرامت کا منصب پانے کے بیان میں

لکھا ہے کہ مخدوم صاحب کمال
لڑکپن سے تھے باادب خوش خصال

بہت بردبار اور صاحب تمیز
یہاں تک کہ سب پاس ہو گئے عزیز

بڑے لوگ اور اہلِ منصب تمام
کریں ان کا اکرام اور احترام

خدا نے دیا تھا عجب ان کو گیان
ہو خوش خلق رکھتے تھے خوبی پہ دھیان

ہوا تھا جو پر نور حکمت سے دل
کِھلا مثلِ گل بادِ رحمت سے دل

رہے اپنی ما کے کہے میں مدام
نہ ماں کی رضا بِن کیا کوئی کام

ہوا اتفاق اس نَمَطُ ایک رات
کہ مخدوم صاحب کی ما نیک ذات

تھیں لیٹی پلنگ پر، وے حاضر تھے وہاں[1]
کہا ان سے اے میرے آرام جاں

ذرا جا کے پانی مجھے لا پلاؤ
اب اس آتشِ تشنگی کو بجھاؤ

وہیں اٹھ کے مخدوم عالی گہر
اٹھا جام دھو دھا لیا صاف کر

بھرا اس میں پانی جو نتھرا تھا اور
ادب سے لے آئے تو دیکھا یہ طور

کہ ما کی لگی آنکھ آیا ہے خواب
سو ٹھہرے ادب سے وہاں لا جواب

پکارا نہ ما کو ، کہی کچھ نہ بات
رہے چپ کھڑے جام لے ساری رات

اسی انتظاری میں شاید کہ اب
کھلے آنکھ پانی کریں کچھ طلب

کھڑے ہی کھڑے ہوگئی بس سحر
جو ان کی کھلی آنکھ اور کی نظر

تو کیا دیکھتی ہیں کہ نورِ بصر
کھڑا ہیگا پانی لیے جام بھر

---

[1] ''وہاں'' کس طرح پڑھا جائے گا، اِس سلسلے میں دیکھیے صفحہ نمبر: ۵۱ / کا حاشیہ۔

لگیں پوچھنے اے سعادت نشاں
ہو کب سے کھڑے جام لے کر یہاں

دیا یوں بہت عاجزی سے جواب
کہ اے ما! ہوں تب سے کھڑا بے جواب

جو پانی طلب تم نے مجھ سے کیا
وہیں میں تو پانی کے لانے گیا

سو اتنے میں آنکھ آپ کی لگ گئی
نہ چاہا جگانے تمھیں میرا جی

کھڑا اس بھروسے رہا جو ابھی
جگیں تو رکھوں جام آگے یہی

اسی میں کٹی شب ہوئی صبح اب
حقیقت سنی ما نے اس طور جب

تو سمجھیں مقرر یہ ہے شاہ بخت
ہے ایسے کے لائق ولایت کا تخت

اسے سلطنت ملکِ عرفان کی
سزا وار ہے دولت ایقان کی

نہایت ہوئیں خوش یہ دیکھ ان کی چال
خوشی میں ہوا ان کو یک وجد و حال

ہوا پھر تو دریاے رحمت کو جوش
کہ گویا ہوا فضلِ حق سے سروش

وہیں اٹھ کے ان سے وہ پانی لیا
وضو کر کے شکرانہ حق کا کیا

دو گانہ ادا کر اٹھا اپنے ہاتھ
دعا کرنے لاگیں تضرع کے ساتھ

الٰہی تو معبود ہے بے نیاز
مجیب الدعا ، خلق کا کار ساز

تو جانے ہے بہتر کہ بیٹا میرا
علی نام ہے اس کا ، بندہ تیرا

کیا اس نے دل کو میرے شاد ، اب
پسند آیا مجھ کو یہ اس کا ادب

نہایت میرا جی ہوا اس سے خوش
تو اب ہو بہ جود و عطا اس سے خوش

یہ میں اس سے راضی ہوئی ، اے کریم
تو ہو اس سے راضی بفضل عمیم

ولایت کرامت سے اب دے اسے
اور اپنی میا میں اسے موہ لے

تو اپنے محبوں میں کر اس کو خاص
اسے قرب کا اپنے دے اختصاص

مناجات سے جب کہ پایا فراغ
ہوا تب اجابت کا روشن چراغ

خدا نے دعا ان کی مقبول کی
ولایت بھی دی اور کرامت بھی دی

کہ محبوب حق ہو گئے بے گماں
کرامت لگی انھ سے ہونے عیاں

# موئی ہوئی بکری کے جلانے
# اوراس کرامت کی شہرت ہوجانے کے بیان میں

لکھا ہے کہ مخدوم صاحب کے گھر
تھی یک بکری پالی ہوئی خوش نظر

اسے اپنی اس خورد سالی میں لے
بہت چاہتے تھے بڑے پیار سے

خبر گیر آپ اس کے رہتے سدا
وہ بکری بھی ان سے نہ ہوتی جدا

ہوا ایک دن ماجرا یہ عجیب
کہ مکتب میں پڑھنے گئے وے ادیب

کہ پڑھتے تھے قرآن با شوقِ دل
بڑے ذوق سے خوب ہو مشتغل

گئے لینے استاد کے گھر سبق
وہ بکری موئی گھر میں از امر حق

تو مخدوم صاحب کی امّا وہیں
بُلا اپنی باندی کو کہنے لگیں

کہ جلدی سے بکری موئی کو اٹھا
کنارے پہ دریا کے جا پھینک آ

یہ سنتے ہی باندی نے بے قیل و قال
دیا جا کے دریا پہ بکری کو ڈال

کہ اتنے میں مخدوم عالی مکاں
گھر آئے تو بکری نہ دیکھی وہاں

لگے پوچھنے اپنی ما کے تئیں
کہ بکری نظر گھر میں آتی نہیں

کہا ما نے بیٹا وہ بکری موئی
یہ جانو تمھارے تصدق ہوئی

سو اِس اپنی باندی نے اُس کو اٹھا
دیا پھینک دریا کنارے کو جا

سنی جب کہ بکری کی روداد یوں
کیا اپنی باندی کو ارشاد یوں

ذرا چل کے بکری وہ دکھلا مجھے
پڑی کس جگہ پر ہے ، بتلا مجھے

چلے اس کے ہمراہ ہو اس مکاں
کہ بکری اٹھا ڈال دی تھی جہاں

سو دکھلائی بکری کہ یہ ہے پڑی
موئی ہے، نہیں کچھ رہا اس میں جی

پھر اس کو رضا دی کہ اب جا تو گھر
یہ سنتے ہی لونڈی چلی گھر کو پر

نظر سے ہو اوجھل ، کیا یہ خیال
کھڑی ہو کے ٹک دیکھ لو ان کا حال

اکیلے وہاں رہ کے کرتے ہیں کیا
تو دیکھا کہ بیٹھے ہیں اس پاس جا

پکڑ کان بکری کا اور نام لے
پکارا اسے اور کہنے لگے

بحکمِ خدائے زمین و زماں
اٹھ اب، چل میرے ساتھ، ہو زندہ جاں

یہ کہتے ہی بکری وہیں جی اٹھی
اس انداز سے جیسی سوتی اٹھی

نئے سِر اسے زندگی پھر ملیں
اٹھی ساتھ گھر کو اٹھ آئی چلی

جو کچھ ان کی باندی نے دیکھا وہاں
کیا اپنی بی بی سے وہ سب بیاں

ہوئی پھر تو مشہور عالم میں بات
کہ مخدوم صاحب ہیں عالی صفات

خدا نے ولایت عطا کی انھیں
کرامت ، عنایت سے بخشی انھیں

ہوئے جو سرافرازِ دنیا و دین
سو ما کی دعا سے ہوئے بالیقین

اسی دن سے اس خورد سالی سے لے
ظہورِ کرامات ہوتے چلے

یہ گلبانگ ان کے کرامات کی
فتوح و فیوضات و برکات کی

بسیطِ زمین و زماں میں تمام
لگی پھیلنے کو ہو مشہورِ عام

ولایت بھی ان کی ہوئی آشکار
یہ ہے محض فضلِ خداوندگار

سنا دوستو! تم نے یہ سب بیاں
ہوا ما کی خدمت سے کیا کچھ عیاں

جو ما باپ کا اپنے مانے کہا
تو دونوں جہاں میں ہو اس کا بھلا

نہ مانے گا جو حکم ما باپ کا
بگاڑے گا وہ آپ گھر آپ کا

اطاعت ہے ما باپ کی فرضِ عین
یہ حکمِ خدا ہے ، نہیں اس میں مین

سعادت ہے اِن دو کی فرماں بری
یہ فرماں بری ہے عبادت بڑی

نہ ان کو کہے اُف ، نہ بولے برا
رہے ان سے احسان کرتا سدا

ہے جنت انھی کے قدم کے تلے
جو ان کی کرے خدمت اس کو ملے

جو ما باپ کا عاق ہو تو یقیں
وہ جنت میں جانے کا ہر گز نہیں

جو ما باپ حکمِ خدا کے خلاف
کہیں ،تو نہ مانے ، ہے اتنا معاف

# حضرت خضر علیہ السلام کے ہر روز آنے اور علم پڑھانے کے بیان میں

لکھا ہے کہ مخدوم صاحب نے جب
کیا پڑھ کے قرآن کا ختم تب

یہ چاہا کہ جا علم پڑھنا کہیں
کہ واجب ہے اب سیکھنا علمِ دیں

کیا عزم بالجزم اس بات پر
کہ اب علم پڑھنے کو کرنا سفر

گئے ایک دن ماں سے لینے رضا
ادب سے کھڑے ہو رہے پاس جا

زباں سے نہ کچھ بات کی کھول لب
و لے ما نے جانا کہ ہے کچھ سبب

تو پوچھا کہ اے میرے لخت جگر
ہو چپ کیوں ، کہو کیا ہے مد نظر

کہا ، ما مجھے ہے اجازت طلب
کہ جاؤں کہیں علم پڑھنے کو اب

یہاں کون ہے جو سکھاوے مجھے
سبق علم کا دے پڑھاوے مجھے

یہ سن کر لگیں کہنے اے نور عین
رہے گا نہ تم بِن میرے دل کو چین

نہ جلدی کرو ، ٹک رہو میرے پاس
کہ بر لاوے گا حق تمھاری یہ آس

سنا اپنی ماں سے جب ایسا کلام
تو رنجیدگی دل پر گزری تمام

لگے ماں سے کہنے ہوں خاطر ملول
مجھے علم کس طرح ہووے حصول

یہاں صاحبِ علم ، فاضل نہیں
مگر جب کہ پردیس جاؤں کہیں

تو البتہ پاؤں میں اپنی مراد
پڑھوں جن سے اور ہووے دل میرا شاد

تو سمجھا لگیں کہنے اے نیک خو
خدا پر بھروسا دھرو ، مت ڈرو

اسی کی ہے قدرت میں یہ بالیقیں
کہ ہووے تمھیں علم حاصل یہیں

یہ سن خوش ہو ، بولے کرو کچھ دعا
کہ کنجِ علوم اب مجھے ہو عطا

کہا ما نے یہ بات ہے بالیقین
دعا شب کی ہے گی اجابت قرین

غرض جب ہوا شب کا پچھلا پہر
تو پہلے وضو کر وے عالی گہر

مصلے پہ جا ، کی دو رکعت نماز
حضورِ دل و جاں سے با صد نیاز

اٹھا ہاتھ پھر حق سے مانگی دعا
کہ برَلا علی کا میرے مدعا

ہوا منتشر صبح کا جب کہ نور
نشانِ اجابت کا پایا ظہور

اٹھے صبح کو جب شہ سرفراز
تو مسجد میں جا، کی سحر کی نماز

چلے اٹھ کے پھر سیر کا عزم کر
ہوا ان کا دریا کنارے گزر

تو کیا دیکھتے ہیں کہ یک مردِ پیر
خوش انداز، نورانی ، روشن ضمیر

کنارے پہ دریا کے ہے یک مکاں
بلند ایک پتھر کا پُشتہ وہاں

جسے آج تک جانتے ہیں سبھی
کہ یہ جائے[1] حضرت کے ہے درس کی

ہیں بیٹھے ہوئے ایک انداز سے
خوش آئندہ اسلوب و اعزاز سے

ادب سے کیا ان کو جا کر سلام
تو پھیرا جواب اور لیا ان کا نام

کہ مخدوم صد مرحبا آفریں
پڑھا چاہتے ہو تم اب علمِ دیں

کہا ہاں، تو بولے کہ ہر دن یہاں
تم آیا کرو اور پڑھو خوش بیاں

تب ان سے لگے پوچھنے ان کا نام
کہا خضر ہوں میں، یہ میرا ہے کام

ولیکن کسی سے کہو مت کہیں
یہ تاکید تم کو رہے دل نشیں

---

[1] کہتے ہیں کہ حضرت مخدوم علی مہائمی حضرت خضر علیہ السلام سے پڑھنے جس پتھر پر جایا کرتے تھے، وہ پتھر اس وقت سمندر میں داخل نہ تھا، مگر اب سمندر میں داخل ہوگیا ہے، پانی جب کچھ کم ہوتا ہے تو لوگ اس جگہ کی زیارت کرنے جاتے ہیں، مگر حالت نہ گفتہ بہ ہے، اس پتھر پر قرب وجوار کے لوگوں نے چھوٹی سی قبر بنالی ہے، پانی جب کم ہوتا ہے، تو وہی لوگ دودھ میں کثیر پانی ملا کر فروخت کرتے ہیں، ہماری بھولی بھالی جاہل عوام اسے خرید کر اس مصنوعی قبر پر چڑھاتے ہیں۔ اور یوں اپنا مال ضائع کرتے ہیں۔ درگاہ ٹرسٹ یا وہاں کے ذمے داروں کو چاہیے کہ لوگوں کو اس طرح کے خرافات سے روکیں۔ مہائمی

اگر یہ کہو گے کسی کو خبر
تو میں پھر نہ آنے کا ہرگز ادھر

ابھی میں پڑھاتا ہوں ، بیٹھو پڑھو
تو جا بیٹھ پڑھنے لگے شاد ہو

غرض صبح کو جاویں ہر دن وہیں
پڑھیں دیر تک شوق سے علمِ دیں

پڑھاتے وہاں حضرتِ خضر آ
یہ فضلِ خدا اور ماں کی دعا

# علم لدنی پانے
# اور علوم دینی میں کتابیں بنانے کے بیان میں

ہوا ایک دن یوں کہ قطبِ زماں
تھے ماں پاس خدمت میں حاضر بجاں

لگیں پوچھنے ماں کہ اے دل فروز!
کہاں جلد جاتے ہو تم روز روز

کہا علم پڑھنے کو استاد پاس
کہ برپا ہوا سیکھنے کا اساس

تو پوچھا کہاں ، تب کہا اس مکاں
جو پشتہ ہے دریا کنارے یہاں

کہا کون ہیں ، ان کا ہے نام کیا
چُھپا مجھ سے رکھنے کا ہے کام کیا

لگے کہنے یہ منع ہے بولنا
کسی سے نہیں بھید ہے کھولنا

کہا اور لوگوں سے یا مجھ سے بھی
تو چپ ہو ادب سے نہ کچھ بات کی

سو بولیں بتاتے نہیں ان کا نام
کہا خضر ہیں وے علیہ السلام

غرض دوسرے دن کو وقتِ سحر
گئے اس جگہ اپنے معمول پر

ولے حضرتِ خضر آئے نہ وہاں[1]
ہو لاچار اٹھ آئے اپنے مکاں

اسی طور دو روز جب ہو چکے
وہاں خضر آئے نہ انھ سے ملے

تو خاطر پہ گزرا نہایت ملال
چلے ما سے کہنے کو یہ عرضِ حال

جو اس غم سے چھائی تھی دل پر گھٹا
ہوئے چشم پر نم حضور ان کے جا

تو پوچھا کہ ہو کس لیے چشم نم
کہو کون سا تم پہ گزرا الم

کہا در جواب اس لیے ہوں حزیں
تھی حضرت کی تاکید میرے تئیں

نہ کہنا کسی کے تئیں میرا نام
اگر تم کہو گے کہیں میرا نام

---

[1] ''وہاں'' کس طرح پڑھا جائے گا، اِس سلسلے میں دیکھیے صفحہ نمبر: ۵۱/ کا حاشیہ۔

تو میں پھر نہ آنے کا ہرگز یہاں
نہ دیکھو گے مجھ کو ، نہ میرا نشاں

وہی بات آتی ہے مجھ کو نظر
کہ دو دن ہوئے وے نہ آئے ادھر

ہو کس طور اب علم حاصل مجھے
کہ ہے شوق تحصیلِ کامل مجھے

یہ سن کر ہوئیں ایک لحظہ خموش
سنبھال اپنے دریاے رقت کا جوش

کہا اے مرے مایۂ زندگی
خدا کو تو قدرت ہے سب چیز کی

نہ رنجیدگی پر دل اپنا دھرو
خدا ہی پر اپنا بھروسا کرو

سبھی حکم میں اس کے ہے خشک و تر
یہ سمجھا دیا ، پھر بوقتِ سحر

اٹھیں اور وضو کر ، دو رکعت نماز
ادا کر ، لگیں کرنے عجز و نیاز

اٹھا ہاتھ اپنے مناجات کو
لگیں مانگنے دل کی حاجات کو

کہ یا رب تو ہے ارحم الراحمین
مجیب الدعا ، معطی السائلین

کر اپنا کرم میرے فرزند پر
رکھ اپنی عنایت کی اُس پر نظر

کہ قفلِ علوم اُس کے دل سے کھلے
کلید اس خزانے کی اُس کو ملے

اسے ہووے علمِ لدنی نصیب
کہ ہے تو ہی قادر قریب و مجیب

خدا نے سنی ان کی یہ التجا
ملی اِس دعا کو اجابت کی جا

کہ اس روز مخدوم عالی گہر
پڑھے عصر مسجد میں آ وقت پر

پھر اٹھ آپ بازار کی سُو چلے
سو رستے میں آ خضر اُن سے ملے

وہیں اپنے لے ہاتھ میں ان کا ہاتھ
چلے بات کرتے ہوئے ساتھ ساتھ

یہاں تک کہ دریا کنارے گئے
تو مخدوم صاحب سے کہنے لگے

مجھے حکمِ حق ہے تمھیں علم دوں
یہ دولت تمھارے حوالے کروں

حقائق معارف کھلیں تم پہ سب
یہاں سامھنے میرے آجاؤ اب

ہوئے سامھنے تو بحکمِ خدا
لگا منہ سے منہ، پھر دیا لب چکھا

کہا پھر یہ مخدوم ذی شان سے
کہ اب حق تعالیٰ کے فرمان سے

علوم و حِکَم تجھ کو بخشے تمام
جو ہیں عقلی و نقلی و خاص و عام

رکھو ان کو محفوظ ہو کامیاب
یہ سمجھا گئے تب وے عالی جناب

چلے آئے مسجد میں ہو سرفراز
جماعت سے مغرب پڑھے با نیاز

اسی دم سے ابوابِ علم و حکم
لگے دل پہ کھلنے یکا یک بہم

گزرنے لگے دل پہ اسرارِ غیب
ہوا دل منور بہ انوارِ غیب

کھلا ان پہ معقول و منقول سب
دل ان کا ہوا مہبطِ فیض سب

کتاب وحدیث و فروع و اصول
دقائق ہوئے سب کے ان کو حصول

سو خوش ہو ، کیا شکر حق کا ادا
خوشی سے اٹھے جلد اور گھر کو جا

ادب سے قدم بوس ما کے ہوئے
اور اپنی یہ روداد کہنے لگے

کہ اے مایۂ عزت و افتخار
ہوا مہرباں مجھ پہ پروردگار

کہ اپنے کرم سے مجھے بے تعب
دیا ظاہری باطنی علم سب

ہوا مجھ کو علمِ لدنّی حصول
خدا نے تمھاری دعا کی قبول

وہی دائم اللطف ہے بالیقین
قدیم الکرم ، اکرم الاکرمین

عزیزو ! سنا تم نے یہ ماجرا
دعا ما نے کی اس سے کیا کچھ ملا

ہوئے ان سے کامل ولی محترم
کہ فیض ان سے عالم کو پہنچا بہم

موحِّد ، محقق ، مکمل ، فقیر
فقیہ و ادیب اور روشن ضمیر

شریعت طریقت کے احکام کی
کتابیں بنائیں بہت کام کی

تصانیف ہیں ان کی عربی تمام
دیارِ عرب میں ہیں مشہورِ عام

بنائی ہے تفسیر[1] قرآن کی
کتب شافعی فقہ[2] کی اور بھی

---

[1] اس تفسیر کا نام ہے ''تَبْصِیْرُ الرَّحْمٰنِ وَ تَیْسِیْرُ الْمَنَّانِ بَعْضُ مَا یُشِیْرُ إِلیٰ إِعْجَازِ الْقُرْاٰنِ'' اور ''تفسیرِ مہائمی''، ''تفسیر رحمانی'' سے مشہور ہے۔ دوسری تفاسیر کی بہ نسبت اس تفسیر کا انداز کچھ خاص ہے۔ اس کی سب سے بڑی خوبی ربطِ آیات ہے۔ قرآن کریم کی ایک ایک آیت کو باہم مربوط کر دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اور دیگر خوبیاں یہ ہے کہ ہر سورت سے پہلے بسم اللہ کی نئی توضیح وتشریح کی گئی ہے، ہر سورت سے پہلے اس کا مختصر تعارف کرا کر وجہِ تسمیہ بیان کی گئی ہے۔ اسی طرح ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ دوسرے مفسرین کی طرح آپ صرف ونحو کے پیچیدہ مسائل سے نہیں الجھتے اور نہ ہی ایک ایک لفظ پر لمبی لمبی بحثیں کرتے ہیں، بلکہ چھوٹے چھوٹے جملوں اور واضح اشارات سے آیت قرآنی کی تفسیر بیان کرتے جاتے ہیں۔

اس کا ایک نسخہ ''انجمن اہل سنت اشرفی دار المطالعہ'' الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ میں موجود ہے، جس کی طباعت دو ضخیم جلدوں میں مطبع بولاق، مصر سے ہوئی ہے۔ اور تین نسخے ''کتب خانۂ مخدومیہ خلیلیہ'' جامع مسجد ماہم میں موجود ہیں، تفسیر مہائمی کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ درگاہ حضرت پیر محمد شاہ احمد آباد میں موجود ہے۔ ایک نسخہ راقم کے پاس بھی ہے۔ سالِ تحریر ۱۱۵۹ھ ہے۔ اور اب ''کتاب ناشرون، بیروت، لبنان'' سے تین جلدوں میں تخریج شدہ شائع ہو چکی ہے۔ یہ نسخہ بھی راقم کے پاس موجود ہے۔

[2] اس سے ''فقہ مخدومی'' کی طرف اشارہ ہے، یہ کتاب فقہ شافعی میں ہے، اس کتاب کو آپ کی جانب منسوب کیا جاتا ہے، مگر زبان و بیان کا جو اسلوب آپ کی دیگر کتابوں میں پایا جاتا ہے، وہ اس میں نہیں ملتا۔ یوسف کھٹ کھٹے صاحب کے نزدیک یا تو اس میں تحریف کر دی گئی ہے یا یہ آپ کے بالکل ابتدائی زمانے کی تصنیف ہے۔ ۱۳۱۴ھ میں مطبع گلزار حسینی، بمبئی سے شائع ہو چکی ہے، مترجم مولانا ابو محمد عبد العزیز عثمانی ہیں۔ یہ نسخہ راقم کے پاس موجود ہے۔

انعامؔ الملکؔ شرح عجلہ گزیں
دگر شرح جامِ جہاںؔ خوش تریں

فصوص الحکمؔ کی بھی دو شرح خوب
دگر نور ازہرؔ شفائے قلوب

---

۱؎ وزن شعری کی وجہ سے ''انعام'' کا دوسرا ''الف'' نہیں پڑھا جائے گا، جیسے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے اس شعر:

انھیں جانا، انھیں مانا، نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد، میں دنیا سے مسلمان گیا

میں ''للہ'' کا الف نہیں پڑھا جاتا۔

۲؎ اس کا پورا نام ''**انعام الملک العلام باحکام حکم الاحکام**'' ہے، یہ کتاب شریعت کے اسرار و رموز پر لکھی گئی ہے جو کہ علمِ حدیث کا سب سے زیادہ دقیق و عمیق باب ہے۔اس کتاب میں آپ نے ہر بات کو عقل کی کسوٹی پر پرکھ کر پیش کیا ہے۔ہندوستانی علما میں مخدوم علی مہائمی علیہ الرحمہ کی ہی وہ ذات ہے جس نے سب سے پہلے اس فن پر قلم اٹھایا اور ایک مستقل کتاب لکھی۔کاش کہیں سے یہ کتاب مل جائے۔

۳؎ اس سے ''**مرآۃ الحقائق**'' اور ''**اراءۃ الدقائق فی شرح مرآۃ الحقائق**'' کی طرف اشارہ ہے۔

**مرآۃ الحقائق** صوفی محمد عز الدین مغربی کی فارسی کتاب ''جام جہاں نما'' کا عربی ترجمہ ہے۔اس کا موضوع مراتب وجود ہے، یہ کتاب نہایت مجمل اور مبہم ہے اور تصوف کی مشکل ترین کتاب شمار کی جاتی ہے۔

اس کے مندرجات چوں کہ بہت مجمل اور مبہم تھے۔اس لیے آپ نے ''**اراءۃ الدقائق فی شرح مرآۃ الحقائق**'' کے نام سے اس کی شرح لکھی۔مطبعۂ ترقی، بھنڈی بازار سے ۱۳۲۳ھ میں چھپ چکی ہے۔اس کا قلمی اور مطبوعہ نسخہ راقم کے پاس موجود ہے، حال ہی میں راقم نے ''**مراتب وجود**'' کے نام سے اس کا ترجمہ کیا ہے، جو ''**اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن حیدرآباد، دکن**'' اور ''**اسلاف پبلی شرز، کلیان**'' کے باہمی اشتراک سے شائع ہو کر داد وتحسین حاصل کر چکا ہے۔اور ان شاء اللہ تعالیٰ بہت جلد عکس پبلیکیشن، لاہور، پاکستان سے عربی متن کے ساتھ شائع ہو جائے گی۔

۴؎ اس سے ''**خصوص النعم فی شرح فصوص الحکم**'' کی طرف اشارہ ہے، یہ شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن عربی کی معرکۃ الآرا کتاب فصوص الحکم کی شرح ہے۔فصوص الحکم وہی کتاب ہے جس میں پہلی مرتبہ شیخ اکبر نے فلسفۂ وحدۃ الوجود کو نہایت ہی مفصل انداز میں بیان کیا ہے۔حضرت مخدوم نے اس شرح میں ''فصوص الحکم'' پر ہونے والے بے جا اعتراضات کا نہایت واضح انداز میں رد فرمایا ہے، یہ شرح ۶۵۱ ؍صفحات پر مشتمل ہے۔ہر صفحے پر پندرہ سطر ہیں۔یہ کتاب بھی راقم کے پاس موجود ہے۔

۵؎ اس سے ''**النور الازہر فی کشف القضاء والقدر**'' کی طرف اشارہ ہے، اس کتاب میں حضرت مخدوم علی مہائمی نے شیخ محی الدین ابن عربی کے نظریہ قدر وقضا کی عقلی ونقلی دلائل سے مزید توضیح وتشریح کی ہے۔ابن عربی کے اس نظریہ کا خلاصہ یہ ہے کہ قضا وقدر کا تعلق، اعیانِ ثابتہ یا اشیا کی ان کے قبل از وقت حقیقتوں کے ساتھ ہے، جو باری تعالیٰ کے علم میں ثابت ہیں۔قدر اور نوشتۂ تقدیر سے مراد اشیا کا یہی ازلی علم ہے، جو ان کے وجود سے مقدم ہے۔

کتاب اور ہے نور زاہر[1] بنام
بھی لمعات[2] کا ترجمہ خوش کلام

کتابیں بہت ان سے تصنیف ہیں
یہاں نام سب لکھ نہ سکنے[3] کا میں

---

[1] اس سے ''**الضوء الازہر فی شرح النور الازہر**'' کی طرف اشارہ ہے، یہ کتاب بھی آپ نے رسالہ ''النور الازہر فی کشف القضاء والقدر'' کی شرح میں لکھا ہے۔ مکمل نسخہ دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے یوسف کھٹ کھٹے نے ناقص ہی چھپوا دیا تھا۔ یہ مطبوعہ رسالہ جامع مسجد ممبئی کے کتب خانہ محمدیہ میں موجود ہے۔ اس کا ایک نسخہ میرے پاس بھی موجود ہے۔

[2] اس سے ''**ترجمہ وشرح لمعاتِ عراقی**'' کی طرف اشارہ ہے، یہ کتاب فارسی زبان میں ہے جس کے مصنف شیخ فخر الدین عراقی (متوفی: ۶۸۸ھ) ہیں۔ حضرت مخدوم علی مہائمی نے کتاب کی افادیت کو دیکھتے ہوئے عربی میں اس کا ترجمہ کیا اور اس کی تشریح بھی فرمائی ہے۔

اس کتاب کا موضوع مسئلۂ زماں ہے۔ صاحب کتاب نے قدیم فلاسفہ کا زمانے کے سلسلے میں اختلاف بیان کیا ہے۔ پھر متاخرین فلاسفہ کے مذہب پر زمانہ کی چار قسمیں (۱) زمان تصوری یا خیالی (۲) زمان محسوسی یا مشہور (۳) زمان طبعی (۴) زمان مطلق بیان کی ہے۔ اس کے بعد زمانہ کی پانچویں قسم زمان ایزدی بیان کی ہے۔ جو کسی قسم کو قبول نہیں کرتا، جس میں نہ ایاب وذہاب ہے اور نہ اس کا آغاز وانجام ہے۔

[3] یوں تو آپ ۱۰۳ ر کتابوں کے مصنف ہیں، (حاشیہ ضمیر الانسان، ص: ۳، مطبعۂ شہابیہ) لوگوں کی ناقدری کہیے یا تقدیر کا کرنا کہ اکثر کتابیں ضائع ہوگئیں، آپ نے جو بھی کتاب لکھی نہایت علمی لکھی، حقائق ودقائق کے ایسے دریا بہائے ہیں کہ قاری حیرت واستعجاب میں ڈوب کر عش عش کر اٹھتا ہے، یہ غم ہلکا ہونے کا نام نہیں لیتا کہ وہ کس قدر علمی وتحقیقی کتابیں رہی ہوں گی جو ضائع ہوگئیں، اب سوائے افسوس کے اور کیا کیا جاسکتا ہے، پھر بھی تحقیق وجستجو جاری ہے، شاید کبھی صبح کی کرن نمودار ہو۔

مذکورہ کتابوں کے علاوہ جن کے بارے میں کچھ معلوم ہوسکا ان کی تفصیل یہ ہے:

**(۱۱) ادلۃ التوحید**

یہ رسالہ شیخ محی الدین ابن عربی کے نظریۂ وحدت الوجود کی تائید میں لکھا گیا ہے۔ جس میں آپ نے اس نظریہ کو کتاب وسنت، ائمۂ دین، مفسرین اور صوفیہ کے اقوال سے ثابت کیا ہے۔ اس رسالے کے متعلق شیخ محقق شاہ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''بغایت درجہ موجز ومنقح، در تحریر دلائل عقلیہ وبراہین قاطعہ وازالۂ شکوک واحاطۂ شبہات سخن را بغایت تدقیق نمودہ۔'' (اخبار الاخیار، ص: ۱۷۹)

یعنی: یہ دلائل عقلیہ وبراہین قاطعہ، ازالۂ شکوک اور احاطۂ شبہات کے باب میں نہایت مختصر اور شستہ کتاب ہے اور مصنف نے اپنی بات نہایت باریکی سے پیش کی ہے۔

غرض ان سے اسلام محکم ہوا
جو بدعت کا شیوہ تھا سو کم ہوا

جو شرک اور بدعت میں تھے مبتلا
سمجھتے نہ تھے کچھ برا اور بھلا

---

(بقیہ پچھلے صفحے کا حاشیہ)

(۱۲) اجلۃ التائید فی شرح ادلۃ التوحید
ادلۃ التوحید لکھنے کے بعد آپ نے اس کے مغلقات کی توضیح کی ضرورت محسوس کی تو اس کی شرح لکھنے کا آغاز فرمایا اور نہایت مفصل انداز میں پایۂ تکمیل تک پہنچایا ہے۔ یہ نسخہ راقم کے پاس موجود ہے۔

(۱۳) امحاض النصیحۃ
شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کے دفاع میں آپ کی یہ دوسری کتاب ہے۔اس کتاب سے شاہ عبد اللطیف معروف بہ سید شاہ محی الدین قادری دیلوری نے اپنی تصنیف ''فصل الخطاب بین الخطا والصواب'' میں کافی مدد لی ہے۔ ''امحاض النصیحۃ'' کا ایک قلمی نسخہ خدا بخش اورنٹیل لائبریری پٹنہ میں ہے۔

(۱۴) استجلاء البصر فی الرد علیٰ استقصاء النظر
یہ کتاب شیعی عالم کے جواب میں لکھی گئی ہے،اس کا ذکر تو اکثر لوگوں نے کیا ہے مگر اب یہ ناپید ہے۔

(۱۵) الوجود فی شرح اسماء المعبود
اس کتاب میں آپ نے اللہ تعالیٰ کے ذاتی اور صفاتی ناموں کی تشریح وخواص لکھے ہیں۔حضرت سید امام الدین گلشن آبادی نے تاریخ الاولیاء میں اس کا ذکر کیا ہے،لیکن اب اس کا پتہ نہیں چلتا۔

(۱۶) الرتبۃ الرفیعۃ فی الجمع والتوفیق بین الاسرار الحقیقۃ وانوار الشریعۃ
یہ کتاب ابن عربی پر کیے گئے اعتراضات کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ جب حضرت مخدوم علی مہائمی کو یہ معلوم ہوا کہ یمن کے علاقہ ''زبید'' کے رہنے والے شیخ اسماعیل مقری نے ایک کتاب بنام ''الذریعۃ الی نصرۃ الشریعۃ'' لکھی ہے۔اور اس میں صوفیاے کرام اور خاص کر ابن عربی پر اعتراضات کیے ہیں۔تو آپ نے اس کے جواب میں یہ کتاب لکھی اور دلائل وبراہین سے اس طرح مزین کیا کہ معترض کے اعتراضات بے وقعت نظر آتے ہیں۔
یہ کتاب ۲۳۰ رصفحات پر مشتمل ہے۔اس کتاب کا قلمی نسخہ کتب خانہ درگارہ پیر محمد شاہ احمد آباد میں موجود ہے۔ یہ نسخہ مخدوم مہائمی کی حیات یعنی ۸۰۲ ھ میں ہی لکھا گیا تھا۔اسماعیل مقری کی کتاب کو سرخ روشنائی سے بطور متن اور مخدوم مہائمی کی جوابی کتاب کو سیاہ روشنائی سے بطور شرح اس کے نیچے لکھا گیا ہے۔اس کتاب پر تین مہریں ہیں ایک جہانگیر بادشاہ کی دوسری ''کریما بہ بخشاے بر حال ما'' کی اور تیسری ''فیاض الدین مظفر الدین عدم تبدیل'' کی،آخر میں یہ جملہ لکھا ہے:

یوم الجمعۃ وقت العصر الثانی من صفر،
سنۃ اثنتین وثمان مائۃ من الھجرۃ النبویۃ علیٰ صاحبھا أفضل الصلوٰۃ والتحیۃ۔

ہوئی ان کو یکسر ہدایت نصیب
بہت لوگ عالم ہوئے اور ادیب

رہا علم کا درس جاری مدام
لبھانا خدا کی طرف ان کا کام

---

(بقیہ پچھلے صفحے کا حاشیہ)

(۱۷) زوارف اللطائف فی شرح عوارف المعارف

فن تصوف میں عوارف المعارف حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی (متوفی ۶۳۲ھ) کی مشہور تصنیف ہے۔ تیرہویں صدی میں جب سلاسل کی تنظیم ہوئی تو دیگر سلسلوں نے بھی اس کتاب کو اپنالیا۔ اس کتاب کی خاصیت یہ ہے کہ اس میں تصوف کے بنیادی عقائد، طریقۂ عمل، خانقاہوں کی تعظیم، مریدین وشیوخ کے تعلقات اور دیگر دینی واخلاقی مسائل، قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان کیے گئے ہیں۔ کتاب کی افادیت دیکھتے ہوئے حضرت مخدوم مہائمی نے اس کی شرح زوارف اللطائف کے نام سے لکھی اور اس کے مجمل ومبہم گوشوں کی وضاحت کردی اور ساتھ ہی ساتھ احادیث اور صوفیا کی کتابوں سے مزید واقعات کا اضافہ کیا۔

اس شرح کا ایک قلمی نسخہ راقم کے پاس موجود ہے، ایک نسخہ کتب خانہ محمدیہ جامع مسجد ممبئی میں موجود ہے۔ کاتب کا نام محمد عظمت اللہ باری بن مولوی کرامت اللہ ہے۔

(۱۸) مشرع الخصوص فی شرح الفصوص

شیخ صدر الدین قونوی (متوفی ۶۷۱ھ) جلیل القدر صوفی گزرے ہیں۔ آپ شیخ اکبر کے متبع ہیں۔ اور اہل تصوف کے نزدیک شیخ کبیر سے پہچانے جاتے ہیں۔ ''فصوص'' آپ کی مشہور کتاب ہے۔ جس میں آپ نے مشاہدات، مقامات، تجلیات پر خاص طور سے بحث کی ہے۔ فناوبقا جیسے دقیق اور پیچیدہ مسائل پر قلم اٹھایا ہے۔

حضرت مخدوم علی مہائمی نے فصوص کے مضامین کو اور زیادہ پھیلا دیا ہے۔ اور مشکل مقامات کی تشریح بھی کردی ہے اور اس کا نام ''مشرع الخصوص فی شرح الفصوص'' رکھا ہے۔

محمد حسن غوثی منڈوی ''گلزارِ ابرار'' میں اس کتاب کے متعلق لکھتے ہیں:

''آپ شیخ صدر الدین قونوی کی ''فصوص'' کی شرح لکھنے کے بعد کچھ کم پانچ سال امکانی لباس میں زندہ رہے۔ اور شرح کی تالیف ۸۳۰ھ میں ہوئی۔''

یہ نسخہ بھی راقم کے پاس موجود ہے۔

(۱۹) شرح سید الاستغفار

یہ حدیث سید الاستغفار کی تشریح میں مختصر رسالہ ہے۔ اور یہ رسالہ ''الضوء الازہر فی شرح النور الازہر'' کے آخر میں شامل ہے۔ جو جامع مسجد ممبئی کے کتب خانہ محمدیہ میں موجود ہے۔ اس کا ایک مخطوطہ نسخہ انٹرنیٹ پر اس ایڈریس کے تحت موجود ہے۔ http:ll pds.lib.Harvard.edu/pds/wiew/thumbhails

کہ صدہاں وہاں اہلِ عرفاں ہوئے
بہت کافر ان سے مسلماں ہوئے

❁❁❁

---

**(بقیہ پچھلے صفحے کا حاشیہ)**

یہ رسالہ ۱۶ر صفحات پر مشتمل ہے۔ دعاے سید الاستغفار سرخ روشنائی سے لکھی ہوئی ہے۔ اور کتابت کی تکمیل ۱۲۶۵ھ میں ہوئی ہے۔ اسلاف پبلی شرز کے مالک جناب عبدالغفار صاحب - استاد باندرہ اردو ہائی اسکول - نے ۲۰۱۷ء میں اس کی طباعت کروائی ہے۔ اس کے دو قلمی نسخے اور مطبوعہ نسخہ راقم کے پاس موجود ہے۔

''**اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن حیدرآباد، دکن**'' اور ''**اسلاف پبلی شرز، کلیان**'' کے باہمی اشتراک سے عن قریب اس کی دوبارہ اشاعت ہوگی، جس کے متن کی تحقیق اور اس کا ترجمہ راقم نے کیا ہے۔

**(۲۰) رسالۂ عجیبہ**

یہ رسالہ حضرت مخدوم علی مہائمی علیہ الرحمہ کی غیر معمولی صلاحیت و قابلیت، ذہانت و فطانت اور آپ کے تبحر علمی کا شاہ کار ہے۔ یہ ایسا رسالہ ہے جو قاری کو حیرت زدہ کر دیتا ہے۔ اس میں آپ نے نہایت باریکی کے ساتھ ''**الٓمٓ ذلك الكتب لا ريب فيه هدى للمتقين**'' کے کل ۱۲۸۳۴۴۵۲۴ر وجوہِ اعراب بتائے ہیں۔

**(۲۱) شرح قصیدۃ الرائیۃ:** قصیدۂ رائیہ حرمت سماع میں تھا، مگر آپ نے سماع کے اباحت پر اس قصیدے کی شرح لکھی، اور مدلل طریقے سے سماع کی اجازت دی۔

**(۲۲)** ''**تنویر الجنان**'': یہ صرف سورۂ فاتحہ کی تفسیر ہے، اور تفسیر مہائمی کے علاوہ ایک الگ تفسیر ہے۔

**(۲۳)** ''**فتاویٰ مخدومیہ**'' یہ ان فتاویٰ کا مجموعہ ہے جن کا آپ سے استفتا کیا گیا تھا۔

**(۲۴)** ''**اسرار الفقہ**'' یہ کتاب فقہ کے اسرار رموز پر لکھی گئی ہے۔

# سات برسوں کا غائب جہاز ایک آن میں آنے اور صاحب جہاز کا اپنے قبیلے سمیت مسلمان ہوجانے کے بیان میں

بزرگانِ ذی شان نے ہے لکھا
کہ ماہم میں ایک فخرِ تجار تھا

بہت دولت و حشمت اس پاس تھی
کہ نامی تھا سوداگروں میں وہی

ولیکن وہ مشرک تھا زُنّار دار
ہنودوں میں تھا صاحبِ اقتدار

بہت تھے جہاز انھ دنوں اس کے گھر
بڑا اس کے بیپار کا کرّ و فر

جہاز اس کے اطراف جایا کریں
ہر اقلیم سے مال لایا کریں

کسی سال سنجوگ ایسا ہوا
کہ اس کا جہاز ایک غائب رہا

جو بر وقت موسم پر آیا نہیں
تو سمجھا توائی رہا جا کہیں

برس دوسرا بھی گیا یوں گزر
کہیں سے نہ آئی کچھ اس کی خبر

غرض یوں برس سات گزرے تمام
نہ پائی خبر اس کی ہے کس مقام

ہوا رنج و غم ان کو یہ جاں گداز
جو تھے رشتہ دارانِ اہل جہاز

کیا اتفاق ایک دن سب نے مل
گئے گھر کو تاجر کے آزردہ دل

لگے کہنے ہو چشم سے اشک بار
کہ تم ہو یہاں تاجرِ نام دار

اگر کچھ کہیں سے پتا ہو ملا
جہاز اب فلانی جگہ ہے بھلا

تو ہم کو سنا دو کہ ہیں بے قرار
ہوا خواب و خور ہم پہ اب ناگوار

نہیں تو نجومی بلا لو ابھی
دگر فال گو اور رمال[1] بھی

---

[1] علم رمل کا ماہر، علم رمل خفیہ علوم میں سے مشہور علم ہے۔ یہ ان خطوط اور نقطوں کی اشکال کا علم ہے جس سے قواعد معلومہ کے تحت حروف نکالے (جمع کیے) جاتے ہیں اور پھر ایسا جملہ نکالا جاتا ہے جو امور کے انجام پر دلالت کرتا ہے، اسے علمِ خطوط ونقوط بھی کہا جاتا ہے جس میں اشکال کے ذریعے آئندہ پیش آنے والے حالات وواقعات دریافت کیے جاتے ہیں۔ رمل کے زائچے میں سولہ اشکال ہوتے ہیں۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ تمام سولہ اشکال ہی زائچے میں آجائیں بعض اوقات اس میں کئی اشکال ناپید ہوتی ہیں۔ اور کئی مکرر آجاتی ہیں۔

انھیں پوچھ دیکھو کہ کہتے ہیں کیا
یہاں ہاتھ لگتا ہے کچھ مدعا

کسی طور یہ حال معلوم ہو
پھر آگے جو کچھ ان کا مقسوم ہو

یہ سن ان کی بات اور دیکھ ان کا حال
یقیں کر لیا[1] سب کو غم ہے کمال

دوبالا ہوا انھ سے اُس کو یہ غم
کہا اب یہ تجویز کرتے ہیں ہم

بلائے اسی دم نجومی تھے جو
بھی رمّال و کاہن دگر فال گو

کہ ہرایک نے وہاں[2] آکے کھولی کتاب
لگے دیکھنے اپنا اپنا حساب

بہت غور سے خوب تجویز کی
خبر مختلف پائی ہر چیز کی

جو دیکھا خبر میں بڑا اختلاف
تو لاچار سب نے کہا صاف صاف

کہ یہ بات مدت کی ہے اس سبب
خبر خاص ملتی نہیں ہم کو اب

---

[1] یعنی تاجر نے۔

[2] ''وہاں'' کس طرح پڑھا جائے گا، اِس سلسلے میں دیکھیے صفحہ نمبر: ۵۱ ر کا حاشیہ۔

اگر ہے سلامت جہاز اب کہیں
تو آوے گا رہنے کا ہرگز نہیں

مگر ظن غالب یہی ہے کہ حال
ہوا غرق ، اس کا نہ رکھیے خیال

یہ سن چپ ہو، پھر خوب کر دل میں غور
کہا ایک تجویز سوجھی ہے اور

کہ اپنے بھگت اور پنڈت جو ہیں
بلا بھیجتا ہوں اب ان سب کو میں

کچھ ان سے کہیں مطلب آوے نکل
معما ہے مشکل ، یہ ہو جاوے حل

بلاتے ہی آئے ، تو ان کے تئیں
یہ پوچھا جہاز آوے گا یا نہیں

کہا ان سے بعضوں نے ویسا جواب
دیا تھا نجومی نے جیسا جواب

اور ان سے کئی شخص بولے یہ راز
کہ ہے وہ سلامت تمھارا جہاز

ولیکن بہت دور ہے اِس سبب
اُسے دیر ہوگی ، نہ آوے گا اب

یہ سن کر ہوا بحرِ حیرت میں غرق
سخن کس کا مانوں کہ ہے سب میں فرق

اسی بار غم سے جھکا سر تلے
لگا سوچنے بھید یہ کیوں کھلے

کہ اتنے میں یک مردِ مومن وہاں
چلا آیا کچھ حال کرنے بیاں

نہایت اسے[1] دیکھ اندوہ گیں
لگا پوچھنے کیوں ہو اتنے حزیں

کہا اس نے سب درد اپنا اسے[2]
کروں کیا علاج اِس کا، پوچھوں کسے؟

تب اس نے وہیں صاف یوں کہہ دیا
اگر تم میرا مانتے ہو کہا

تو اٹھو، چلو میرے ہمراہ ہو
یہ مخدوم صاحب سے سب پوچھ لو

وہی سچ کہیں گے یہ باطن کا راز
ہوا غرق یا ہے سلامت جہاز

کہا خوب، اب ہی چلو ان کے پاس
کہ سب پوچھ لوں ان سے کر التماس

---

[1] یعنی تاجر کو
[2] یعنی مسلمان کو

چلے دونوں مخدوم صاحب کے یہاں[1]
وے بیٹھے تھے مسجد میں با عز و شاں

یہ جاتے ہی ان کے قدم پر گرا
قدم بوس ہوکر رہا چپ کھڑا

سو حضرت نے پوچھا اسے کس سبب
تو آیا یہاں ، مجھ سے کیا ہے طلب

وہ کہنے لگا اے بزرگِ زماں
میں آیا ہوں ایک عرض کرنے یہاں

کہ میرا جہاز ایک بیُپار کا
یہاں سے فلانے ٹھکانے گیا

برس سات گزرے کہ اب تک کہیں
سماچار اس کا کچھ آیا نہیں

نہ معلوم حال اس کا اور ہے کہاں
ہوا غرق یا ہے بہ امن و اماں

بس اتنی خبر مجھ کو اب ہے ضرور
کرم سے کرو اِس مرے غم کو دور

یہ عرض اس کی سن آپ نے یوں کہا
کہ ہو رو بقبلہ یہیں بیٹھ جا

---

[1] ''یہاں'' کس طرح پڑھا جائے گا، اِس سلسلے میں دیکھیے صفحہ نمبر: ۵۱ / کا حاشیہ۔

پھر انکھیوں کو کر بند اور دیکھ لے
کہاں ہے جہاز اور کس طور سے

وہ بیٹھا وہیں قبلہ رو با ادب
کیا بند انکھیوں کو ہو بستہ لب

توجہ سے حضرت نے جو کی نظر
وہیں کشفِ باطن ہوا سر بسر

کھلا سینہ روشن ہوئے چشمِ دل
تماشے سے دریا کے ہو مشتغل

لگا دیکھنے کو تو سوجھا اسے
جہاز اس کا ، اور آتے دیکھا اسے

سلامت ہے اور یہ بھی دیکھا عجب
کہ پہنچا ہے بندر کے نزدیک اب

ہوا سب یہ معلوم اس کے تیئں
سو خوش حال ہو آنکھ کھولی وہیں

عقیدہ لے آ ، عرض کرنے لگا
کہ اے مظہرِ فیض و کانِ عطا

سلامت جہاز اپنا دیکھا وہی
کہ آیا ہے ماہم کے لگ بھگ ابھی

ہے بندر سے نزدیک اتنا کہ آج
کرے آ کے لنگر بصد ابتہاج

یہ سن ، اس کو بولے کہ بس اب تو جا
ملا تجھ کو تیرا جو تھا مدعا

وہ رخصت ہو ، جلدی گیا اپنے گھر
کہا اپنے لوگوں سے تاکید کر

کہ بندر پہ جا دیکھو با امتیاز
کہیں آج آتا ہے اپنا جہاز

سو ویسے ہی جلدی سے جا کی نظر
تو دیکھا جہاز اپنا آیا ادھر

مقرر خبر آئی تاجر کو تو
چلا گھر سے بندر کو خوشنود ہو

چلے اس کے ہمراہ لوگ اور بھی
ہوئی سب کے دل پر نہایت خوشی

جہاز ایک برسوں سے غائب جو تھا
اچانک وہ آیا اچنبھا لگا

ہوا لنگر انداز جب وہ جہاز
وہیں ناخدا اس کا لے اپنا ساز

اتر ، اپنے صاحب سے پہلے ملا
اور احوال کہنے لگا برملا

کہ جب ہم یہاں سے چلے ہو سوار
فلانی جگہ ہم گئے پہلی بار

وہاں سے فلانا ہے بندر اُدھر
اسی طرح کرتے رہے ہم سفر

بہت مال و اسباب بھر لائے ہیں
رہا جو کہ باقی سو چھوڑ آئے ہیں

فلانے ٹھکانے فلانے کے یہاں[1]
یہ اس کا حساب اور سارا بیاں

یہ سنتے ہی کیفیت اس سے تمام
نہایت ہوا خوش دل و شاد کام

گیا کفر کا قفل دل پر سے ٹوٹ
رہا شرک کے پائے بندی سے چھوٹ

یہی ہو گیا اس کے دل کو یقیں
کہ سچا رسولِ خدا کا ہے دیں

مجھے چشمِ دل سے جو سوجھا یہ حال
ہوئی اس کی برکت اور اس کا کمال

مناسب یہ ہے کہ اب کفر چھوڑ
مسلمان جا ہو، رہوں ہاتھ جوڑ

---

[1] ''یہاں'' کس طرح پڑھا جائے گا، اِس سلسلے میں دیکھیے صفحہ نمبر: ۵۱/ کا حاشیہ۔

گئی ظلمتِ شب ، ہوا دن نمود
لگی روشنی کرنے اپنا صعود

وہ تاجر چلا اٹھ بہ شوقِ کمال
لیے ساتھ اہل و عیال اور مال

حضوری میں مخدوم صاحب کے آ
قدم بوس ہو عرض کرنے لگا

کہ حضرت میں حاضر ہوں با اہل و مال
کرو عزِّ ایماں سے مجھ کو نہال

جو کلمہ ہے توحید کا سو پڑھاؤ
بھلے دین کی راہ ہم کو بتاؤ

اور ان سب کو بھی ہیں جو اہلِ جہاز
کرو عزِّ اسلام سے سرفراز

نگاہِ کرم ہم سبھوں پر رکھو
اور اس مال کو بھی تصرف کرو

یہ سنتے ہی حضرت نے سب کو بُلا
کیا عرض اسلام ، کلمہ پڑھا

عطا کی انھیں خلعت ایمان کی
دکھائی جو تھی راہ عرفان کی

وہ آپ ، اس کے خویش اور اہلِ جہاز
مسلماں ہو پائے بحق امتیاز

پھر اس سے کہا مال سے کیا مجھے
مبارک رہے مال تیرا تجھے

دیا کر کچھ اس سے براہِ خدا
کچھ اپنے لیے رکھ ، تجھے ہے روا

کیا کر تجارت جو ہے تیری چال
کہ دیوے گا برکت تجھے ذوالجلال

تو دونوں جہاں کا ہوا کام گار
کہ راضی ہوا تجھ سے پروردگار

سچ ایسے ہیں مخدوم عالی جناب
کہ ہے ایک عالم یہاں کامیاب

جو ان پاس آیا ، گیا بامراد
ہوا اس کا بہتر معاش و معاد

نگاہِ کرم ان کی جس پر ہوئی
وہ مقبولِ حق ہوگیا اور ولی

کمالات سب ان کے کب ہوں بیاں
ولے ایک کہتا ہوں ان سے بیاں

# ایک کامل ولی کے آنے
# اور ایک آن میں مدینۂ منورہ سے بیر لانے کے بیان میں

بزرگ ایک تھے صاحبِ کشف و حال
ولایت میں ان کو بہت تھا کمال

وے مخدوم صاحب کے ہم عصر تھے
کرامات سے خلق میں نشر تھے

ملے ایک دن آ کے مخدوم سے
بہم مل کے باتیں جو کرنے لگے

تو بات اس میں نکلی کہیں بیر کی
سو بولے کہ شہرِ مدینہ میں بھی

بہت خوب ہے بیر کا ایک جھاڑ
مزے دار بیر اس کے ہیں خوش گوار

لگے کہنے مخدوم صاحب انھیں
جو ایسے ہوں تو وے چکھے چاہئیں

وہ صاحب یہ بولے کہ جاتا ہوں میں
ابھی لا کے تم کو چکھاتا ہوں میں

ہوئے پھر مراقب اسی عزم پر
چلے عالمِ روح سے سیر کر

تو بعد ان کے مخدوم عالی گہر
اسی قصد پر چشم کو بند کر

بہ جسم مثالی مدینے کو جا
چڑھے بیر کے جھاڑ پر با صفا

فراغت سے جا بیر چُننے لگے
کہ اتنے میں وے[1] بھی وہاں آ گئے

تو دیکھا کہ یک شخص ہے جھاڑ پر
لگے اس سے کہنے کہ اے بہرہ ور

مجھے تھوڑے بیر اس کے جو جھاڑ دو
تو مجھ پر تمھارا یہ احسان ہو

انھوں نے دیے بیر اوپر سے ڈال
سو وے سب اٹھا لے، چلے بے ملال

تو مخدوم صاحب بھی ہو جلد تر
وہیں ان سے آگے چلے آئے گھر

وے کامل ولی بعد آ کر وہاں
لگے بیر لانے کا کرنے بیاں

یہ دیکھو کہ آیا ہوں میں بیر لے
سو سب آپ[2] دیکھ ان کو کہنے لگے

---

[1] وہ یعنی مخدوم صاحب کے ہم عصر ولی کامل۔
[2] یعنی حضرت مخدوم علی مہائمی۔

اٹھا لائے شاید زمیں پر سے بیر
نہیں ہیں چنے ڈالیوں پر کے بیر

نکال اپنے کیسے سے وے بیر جو
کہ چن ڈالیوں پر سے لائے تھے سو

رکھے ان کے آگے کہ دیکھو یہ اب
زمیں پر کے یا شاخ پر کے ہیں سب

وہیں دیکھتے ہی کیا یہ یقین
کہ سچ ہی ہے، ہیں قدوۃ الواصلین

لگے کہنے ہیں آپ قطب زماں
جو رتبہ تمھارا سو میرا کہاں

ہے مجھ سے زیادہ تمھارا کمال
کسی کو نہیں اب یہ جاہ و جلال

مقرر ہیں مخدوم ایسے ہی پیر
کمال و کرامات میں بے نظیر

عجب کیا کہ وے سرورِ اولیا
مدینے سے ایک آن میں آئے جا

کنیز ایک ان کی تھی اس کو یہ حال
ہوا تھا نصیب اور کشف و کمال

## حضرت کی خدمت سے
## ان کی کنیز کو ولایت اور کرامت پانے
## اور
## ایک آن میں مدینہ منورہ کو جا خضر علیہ السلام کو طعام
## پہنچانے کے بیان میں

لکھا ہے کہ حضرت کی تھی یک کنیز
سگھر ، ہوش ور ، گن بھری ، باتمیز

سو اول سے حضرت پہ تھی جاں فدا
کہ سرگرم خدمت میں رہتی سدا

بھی مخدوم کی ما کی خدمت میں نت
رہے رات دن دل سے ہو ملتفت

جو فرماتے سو ہی وہ لاتی بجا
ہوا اس سے تھا حقّ خدمت ادا

نہ سستی ، نہ غفلت کسی کام میں
نہ کچھ اس کا دل اپنے آرام میں

نہ کرتی کبھی کام کچھ بے رضا
یہ فرماں بری اس کا تھا مدعا

سوا اس کے تھے اور بھی اس کو کام
جو کرتی خدا کی عبادت مدام

سدا جاگتی رات بھر حق سے ڈر
کہ رکھتی تھی خوفِ خدا بیشتر

علاوہ تھی اس کی ہمیشہ یہ خو
کہ مخدومِ عالم کی پوشاک کو

جو دھونے کو دیتے بدن سے اتار
تو پہلے جدا دھو[1] اسے ایک بار

وہ پانی ارادے سے پیتی تھی سب
کہ پاتی تھی اس سے فتوحیں عجب

تو اس کو خدا نے کیا نیک نام
ولایت کا رتبہ دیا اور مقام

ہوا کشف و عرفان حاصل اسے
کرامت کی نعمت گئی مل اسے

دعا مستجاب اس کی اور دل صفا
زمیں طی بھی کرنا ہوا تھا عطا

---

[1] یعنی پہلی مرتبہ دھونے کے بعد جو پانی کپڑے سے جدا ہوتا اسے پی لیتی۔

سو لکھتے ہیں یوں اہلِ علم و بیاں
کہ جب حضرتِ خضر عالی مکاں

ملاقات کرنے کو مخدوم سے
چلے آئے درویش کا بھیس لے

وہ تھا ظہر کا وقت اور قطبِ دیں
تھے مسجد میں بیٹھے ہو فرحت گزیں

کہ آ حضرتِ خضر ان سے ملے
انھوں نے نہ پہچانا ہیں خضر یے

کہا اپنے دل میں مقرر یہی
کہ یہ مردِ درویش ہے اور ولی

کہیں دور سے شاید آیا ہے اب
مقرر یہ بھوکا ہے اور تشنہ لب

سو اٹھ کر کہا ان سے ٹھہرو ذرا
ابھی پھر کے آتا ہوں میں گھر کو جا

گئے گھر تو ماں بولیں بیٹھو یہاں
میرے ساتھ کھانا کرو نوش جاں

کہا حکم سے میں تو ہوں نا گزیر
ولے آ ملا مجھ سے اب یک فقیر

سو بیٹھا ہے مسجد میں میرے سبب
یہاں بیٹھ کر کھاؤں کس طور اب

لگیں کہنے کھانا ، یہ لو ہے دھرا
کنیز اپنی ، ان کو ، دے آوے گی جا

ملے گا مقدر میں ہے جو ثواب
تو لاچار باندی کو بولے شتاب

یہ کھانا تو لے اور جلدی سے جا
جو درویش مسجد میں ہے با صفا

فلانی طرف اس کا ایسا لباس
اسے دے کے ویسے ہی آ میرے پاس

وہیں ان کے نزدیک سے وہ کنیز
چلی ساتھ کھانا لیے باتمیز

رکھا یک قدم گھر کی دہلیز پر
قدم دوسرا بابِ مسجد پہ دھر

نظر کی تو مسجد میں کوئی نہیں
وہاں سے فقیر اٹھ گیا ہے کہیں

تو کی وہاں[۱] سے کعبے کی جانب نگاہ
سو آیا نظر اس کو بے اشتباہ

---

[۱] ''وہاں'' کس طرح پڑھا جائے گا، اِس سلسلے میں دیکھیے صفحہ نمبر: ۵۱ / کا حاشیہ۔

حرم میں ہیں جا بیٹھے، ہو کامیاب
اسی دم اُس اپنے قدم کو شتاب

دھرا تھا جو مسجد کی دہلیز پر
اٹھا کر حرم میں رکھا زود تر

اور ان سے کہا اے مبارک لقا
نہ تھا تم سے آقا نے میرے کہا؟

رہو ٹک کہ آتا ہوں گھر جا کے اب
سو تم تو وہاں سے یہاں آئے اب

یہ کھانا جو لائی تمھارے لیے
سو لیجیے کہ بھیجا ہے گھر سے اِسے

یہ سن ، حضرتِ خضر نے وہ طعام
لیا اس سے کر معرفت کے کلام

محبو! یہاں جو کرو گے خیال
تو سمجھو گے حضرت کی ما کا کمال

کہ ان پر ہوا حال یہ سب عیاں
کہ ہیں حضرتِ خضر آئے وہاں

جو دیکھیں غریبوں کی رکھتے ہیں چاہ
مسافر کا کرتے ہیں وے کچھ نباہ

وے بھوکے نہیں اور نہ کھاویں گے اب
تو روکا[1]، نہ جانے دیا اِس سبب

غرض اب جو ان پر رکھے اعتقاد
وسیلے سے ان کے جو مانگے مراد

جو ہو ان کا خواہانِ فیض و نوال
ادب سے رہے اور چلے ان کی چال

وہ البتہ بھر پاوے اپنی مراد
رہے قرب میں حق تعالیٰ کے شاد

حمایت میں حضرت کی پاوے مکاں
دو عالم میں ہو نامور کامراں

غرض مجھ کو درکا ہے اختصار
کہ سامع کے دل پر نہ ہو جاوے بار

اسی باعث اتنا ہی اب کہہ دیا
نہ افزوں بیانِ خوارق لکھا

اگر چہ خوارق ہیں ان کے فزوں
نہ مقدور میرا کہ سب لکھ سکوں

---

[1] یعنی اسی وجہ سے والدہ حضرتِ مخدوم مہائمی کو اپنے پاس کھانا کھانے کے لیے روک لیا تھا اور حضرتِ خضر علیہ السلام کے پاس جانے نہیں دیا تھا، کیوں کہ وہ جانتی تھیں کہ مسجد میں آیا ہوا درویش کوئی اور نہیں بلکہ حضرتِ خضر علیہ السلام ہی ہیں۔

پہ دل چاہتا ہے کہ کچھ اور بھی
کروں منتظم وے مناقب سبھی

جو سب جانتے مانتے ہیں یہاں
ہیں اطرافِ عالم میں شہرت نشاں

سو تائید حق کا طلب گار ہوں
بہم پہنچے اسباب اور لکھ سکوں

❁ ❁ ❁

# حضرت کی تاریخ رحلت اور خاتمۂ کتاب

کروں اب تو کچھ ذکر سالِ وفات
کہ معلوم ہو جاوے سب کو یہ بات

جو مخدوم صاحب کرامات نے
شہ دیں مُعَلاًّ مقامات نے

کیا نقل اس دارِ فانی سے جب
عشا کا تھا وقت اور جمعہ کی تھی شب

تھی ثانی جمادی کی شب آٹھویں
ہوئے رونق افزاے خلد بریں

ہوئے دن کو مدفون قبل الصلات
اسی جا جو ہے بہترینِ جہات

جہاں ان کے خیشوں کا ہے مقبرہ
کہ پاکیزہ ہے بقعۂ نادرہ

وہیں ان کی ماں پاک دامان کی
ہے قبرِ مبارک بڑی شان کی

کرے ان سبھوں پر کرم کردگار
رکھے ان کے تا حشر روشن مزار

جسے ہووے ہجری سنہ کا خیال
تو سب آٹھ سو پر تھے پینتیس سال
۸۳۵ھ

تھی عمرِ شریف ان کی انسٹھ برس
۵۹
کہ تھی فیض بخشی میں مصروف بس

اس آگے یہی ہے مناسب دعا
ہو ان پر سلام و رضائے خدا

ہو فردوس میں ان کا عالی مکان
بڑھیں مرتبے ان کے با عز و شان

مزارِ شریف ان کا پُر نور ہو
وہ گھر رحمتِ حق سے بھر پور ہو

مقدس کرے کردگار ان کی روح
ہمیں ان سے پہنچاوے فیض و فتوح

فتوحات پر کی یہ مجلس تمام
رسولِ خدا پر درود و سلام

پڑھو تم بھی صلوات یارو مزید
کہ ہے رحمتِ حق کے در کی کلید

بحمد اللہ انجام پایا کلام
لہ المن شکراً علی الاختتام

# مشکل الفاظ کے معانی

## الف

آسمانِ احتجاب: بہت بلند مرتبے والا
آمرزش: بخشش
آلائش: گندگی، میل کچیل
الخافقین: مشرق ومغرب، یہاں مراد پوری دنیا ہے۔
آوازہ: شہرت، چرچا
ادیب: اللہ کی معرفت رکھنے والا، عارفِ ربانی
ازامرحق: اللہ تعالیٰ کے حکم سے
افاضیت: فیض پہنچانا
اقلیم: ملک
آزردہ دل: رنجیدہ، اداس، غم زدہ
انواع: مختلف، الگ الگ
امجد: معزز، عزت والا، بزرگ تر
آسماں احتجاب: آسمان کو چھپا دینے والی بلند ذات
اندوہ گیں: غمگین
اوج: بلندی
انھ: ان
ان کے تئیں: ان کے تعلق سے
ابتہاج: صحت وسلامتی کے ساتھ
افزوں: مزید، زیادہ
اِس مرے غم کو: میرے اس غم کو
اس پاس: اس کے پاس
آشکار: ظاہر، نمایاں
آس: امید
اچمبھا: تعجب
آئے جا: جا کر آ گئے
اس اپنے: اس نے اپنے
اس آگے: اس کے آگے

## ب

باد: ہوا
بدی: برا تصور، گناہ، برا کام
بکار: کام کا
بتول: پاک دامن، مراد حضرت خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔
بہ پا: قائم، ثابت، بپا
بنائی: لکھی
بندر: بندرگاہ، جہاز رکنے کی جگہ، مہائم اس وقت ایک عظیم بندرگاہ تھا۔
بے جواب: خاموش
باندی: خادمہ، کنیز
بجز: علاوہ
بی بی: مالکہ مراد ہے۔
بہم: ایک ساتھ
بے تعب: بغیر کسی تھکاوٹ کے
بنائیں: لکھیں
باامتیاز: دھیان سے
برملا: علانیہ، کھلم کھلا
بقعۂ نادرہ: زمین کا نادر و نایاب حصہ
باعز وشاں: عزت اور شان کے ساتھ
باتمیز: باادب، بدتمیز کی ضد

برلا: برلانا، پورا کرنا
بجاں: دل وجان سے
برپا ہوا: قائم ہوا
بیپار: تجارت
بستہ: بند کیے ہوئے
بار: بوجھ، اکتاہٹ

## بھ

بھانت: مختلف طریقے کے، الگ الگ
بھید: راز
بھگت: پجاری
بھلے: اچھے، صحیح

## پ

پایہ: ستون، کھمبا
پائے بندی: بیڑیوں سے
پر: لیکن
پشتہ: بڑا سا پتھر، ٹیلا

## پھ

پھیرا جواب: جواب دیا

## ت

توانا: قدرت والا، طاقت والا
تمیز: عقل وشعور
تئیں: سے
تصدق: صدقہ، یعنی تمھاری جان کا صدقہ نکل گیا۔
تجھ کو: تم کو
توائی: تباہ وبرباد، یعنی کہیں جا کے تباہ وبرباد ہو گیا۔
تلے: نیچے
تجار: تاجر کی جمع
تشنہ لب: پیاسا

## ٹ

ٹک: کچھ دیر، تھوڑی مدت

## ث

ثانی: مثل، نظیر
ثمیں در: قیمتی موتی
ثانی جمادی: جمادی الآخرہ

## ج

جگ: دنیا، جہان
جور: ظلم
جام: پانی پینے کا برتن، گلاس
جی: جان
جاں گداز: جان لینے والا، بہت تکلیف دینے والا

## چ

چشم سے اشک بار: روتے ہوئے

## ح

حصر سے: قید
حق یار: مراد اولیاء اللہ ہیں۔
حقیقت کے صاحب: حقائق نگار
حزیں: غم زدہ
حضوران کے: ان کی خدمت میں، ان کی بارگاہ میں
حضوری: بارگاہ

## خ

خلقت: مخلوق

خاکیوں: مٹی سے پیدا ہونے والی مخلوق

خُلق: عادت، سیرت و کردار

خدائی: مخلوق

خدا پاس: خدا کے یہاں

خاطر: دل، قلب

خال: تل یا کاجل

خواب: نیند

خوردسالی: بچپن، کم عمری

خویش: رشتے دار، داماد

خیشوں: رشتے دار

خاطر ملول: غمگین

خواب و خور: سونا اور کھانا

خوشنود: راضی خوشی

خو: عادت

خلد بریں: فردوس اعلیٰ، جنت، بہشت

خوارق: کرامات، ایسے کام جن کا کرنا عادتاً ممکن نہ ہو۔

## د

دانائے کار: علم والا، عقل مند

دبستان: مدرسہ، مکتب

دُرج: فہرست، رجسٹر

دلدار شاہ: مرگھے صاحب کے پیر و مرشد کا نام۔

دم بدم: لمحہ بہ لمحہ، ہمیشہ

دونیم: آدھا آدھا، دوٹکڑا

دل فروز: دل کو خوش کرنے والے

در جواب: جواب میں، جواباً

دقائق: علم کی باریکیاں

دائم اللطف: ہمیشہ لطف و کرم کی بارشیں کرنے والا

دوبالا: دگنا

## دھ

دھو: دھون، کپڑا دھلنے کے بعد جو پانی کپڑے سے جدا ہوتا

## ر

رفعت: بلندی

رمز: اشارہ

رین: شب، رات

روا: مناسب و جائز

رونق افزا: جلوہ افروز ہونا، پہنچنا

رقت: رونا، دل کا بھر آنا، یہاں آنسو مراد ہے۔

## ز

زمیں طی: طیِّ مفاصل، یعنی کسی کے لیے زمین کا سمٹ جانا، اور اس کا تھوڑی سی مدت میں زیادہ فاصلہ طے کر لینا۔

زودتر: بہت تیز، تیزی سے

## س

سدا: ہمیشہ

سبطین: دونواسے، حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما

ستر کر: چھپا، پوشیدہ رکھ

سپاس: شکر گزاری، احسان مندی

سنہ موسومیہ: تاریخی نام

سُکھ: خوشی

سپہر: آسمان

سربسر: سراپا، مکمل

سزاوار: مستحق، اہل، لائق

سروش: مژدہ، خوش خبری

سامھنے: سامنے

سنجوگ: اتفاق

سماچار: خبر

سوجھا: دِکھا

ساز: سامان

سگھر: خوش بیاں

سو: حرف علت، لہٰذا، اس لیے

سرافراز: سربلند، عالی مرتبہ

سخن: بات

## ش

شفیع: شفاعت کرانے والے

شاغل: مشغول

شاد: خوش

شتاب: فوراً

## ص

صاحب سریر: حکمراں

صعود کرنے لگی: ترقی کرنے لگی، پھیلنے لگی

## ط

طراز: لکھنے والا

طور: طَور طریقہ، انداز

## ظ

ظلمت: تاریکی، اندھیرا

## ع

عُظم: بڑی، عظیم

عم: چچا

علم: جھنڈا، نشان

عمیم: عام

عاق: نافرمان

عقیدہ لے آ: معتقد ہو کر

عیاں: واضح

## غ

غیر از کتاب: کتاب کے نہ ہونے کی وجہ سے

## ف

فزوں: زیادہ

فرخ نشاں: مبارک، خوب صورت نشانی والا، نیک، سعادت مند

فتوحیں: کامیابیاں

## ق

قوام: قائم، یعنی جس کی وجہ سے دنیا قائم ہے۔

حق یار: مراد اولیاء اللہ ہیں۔

قدیم الکرم: ہمیشہ سے کرم فرمانے والا

قفل: تالا

## ک

کامل الحلم: نہایت بردبار

کبر: تکبر

کیں: کینہ کا مخفف ہے۔

کشور: سلطنت

کحل بصر: آنکھوں میں لگانے کا سرمہ

کنج: خزانہ یا کنجی کا مخفف
کلید: چابی، کنجی
کاہن: پیشین گوئی کرنے والا
کانِ عطا: بہت فیاض
کیسے: جیب
کلید: کنجی، چابی
کروفر: ٹھاٹھ باٹ
کمال: بہت زیادہ، کامل
کرے آکے لنگر: آکر رکے
کس طور: کس طرح، کس حالت میں
کام گار: کامیاب
کامراں: کامیاب

## گ

گزیں: پسندیدہ
گلبانگ: چرچا، دھوم
گن بھری: باصلاحیت، ٹائلینٹ سے بھرپور
گیان: عقل، فہم وفراست

## ل

لاچار: مجبور
لا یزال: جس کو زوال نہیں، ہمیشہ رہنے والا
لہ الخلق: یعنی ساری مخلوق، سارے احکام اور سارے اقتدار اسی پاک پروردگار کے ہیں۔
لاجواب: خاموش
لے: لے کر
لاگیں: لگیں
لبھانا: مائل کرنا
لگ بھگ: قریب قریب

## م

مقر: اقرار کرنے والی، ماننے والی
مَلَکْ: فرشتے
مہ: چاند، ماہ کا مخفف
مستدام: ہمیشہ
مشفَّعْ: وہ ذات جن کی شفاعت قبول ہوگی
مکمل: کامل
محنت: دکھ، رنج، تکلیف، پریشانی
محویت: فنا فی اللہ
ما: ماں
مکائد: پھنسانا، وہ وسوسے اور شبہات جو شیطان دل میں ڈالتا ہے۔
منت: احسان
منتسب: منسوب
معلاّ: اونچا
منیع: بلند و مستحکم
مہر منیر: روشن سورج
منبئی: ممبئی کا پرانا نام، پھر بمبئی ہوا، اب ممبئی ہے۔
مدام: ہمیشہ
مَیا: رحم و کرم
موہ لے: ڈھانپ لے
موئی: مری، مرگئی، مری ہوئی
مین: جھوٹ، دروغ، کذب
مایۂ زندگی: زندگی کا سرمایہ، سامان
مجیب الدعاء: دعائیں قبول کرنے والا
معطی السائلین: منگتوں کو دینے والا
مہبط: نازل ہونے کی جگہ

مایہ: سرمایہ، پونجی
مکمل فقیر: درویش، صوفی کامل
مقتدا: امام، رہبر
مقسوم: قسمت
مشتغل: مشغول
مقنع: نقاب
مادری: والدہ کی جانب سے
مقرر: ثابت شدہ، یقینی
معاش ومعاد: مراد دنیا وآخرت ہے۔
مقرر: ثابت شدہ، یقینی
ملتفت: متوجہ
مقدور: قدرت میں ہوں۔
ماں پاس: ماں کے پاس
ملال: رنج وغم
معما: پہیلی
مدعا: مطلوب
معلا مقامات: بلند رتبے والے

## ن

نت: روزانہ، ہمیشہ، دن بدن، ہر وقت، اس کا ایک معنی ''طرف'' بھی ہے۔
نسواں: عورتیں
نرکھ: نہ رکھ
نہال: پودا، درخت
نیم: آدھا
نوال: بخشش
نسدن: دن رات، ہر وقت
نمط: طرح
نتھرا: صاف، خالص
نورِ بصر: نور نظر
نیک خو: اچھی عادت والے
نمود: ظاہر
نشر تھے: مشہور تھے
ناگزیر: ضروری، یعنی آپ کا حکم ماننا تو ضروری ہے۔
نئے سر: از سر نو
نجومی: ستاروں کا علم رکھنے والا
نباہ: وفاداری، انجام، تکمیل، کمال
نامور: نام والا، مشہور

## و

والا گہرا: مراد اہلِ علم ہیں۔
وُحوش: جنگلی جانور، شعر میں مطلقاً جانور مراد ہے۔
وے: وہ، قدیم اردو ہے۔
ولے: لیکن
واں: وہاں

## ہ

ہندی: ہندوستان کی اس وقت کی زبان یعنی اردو
ہمام: سردار، بہادر، سخی
ہے گی: ہوگی
ہوش ور: ہوش والی، عقل مند
ہیگا: ہے، موجود ہے، حاضر ہے۔

## ی

یک قلم: یک بارگی
یے: یہ
یاں: یہاں

**ASLAAF PUBLISHERS**
Kalyan Maharashtra
Mob.: 7860311024

₹ 00/-
ISBN 81-87872-44-7

**SUNNI PUBLICATIONS**
2818/6, Gali Garahiya, Kucha Chellan
Darya Ganj, New Delhi-110002
Mob.: 9867934085
E-mail: zubair006@gmail.com